

# دفاع سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ عنہ (۱۰۱۳ھ - ۶۸۰ء)

## رسائل فی افضال معاویہ

۱۴۲۴ھ

تقریر

علامہ محمد رفیع رحمتی

تقریر

علامہ محمد رفیع رحمتی



دارالاسلام

رسائل تحقیقیہ

شیخ محمد حیات مندی

علامہ عبدالعزیز پیر ہاروی

مولانا عبدالقادر بدایونی

علامہ محمد عبدالرشید بنگلوی

پیر سائیں غلام رسول قاسمی

علامہ شہ جہین گوردیزی

# دفاع سیدنا امیر معاویہ

حجی ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء

## رسائل فی افضال معاویہ

۱۴۳۴ھ

شہرت تقویت

- مر شیخ محمد حیات مندی
- مر علامہ عبدالعزیز پیر ہاروی
- مر مولانا عبدالقادر بدایونی
- مر علامہ محمد عبدالرشید بیکوی
- مر پیر سائیں غلام رسول تقاوی
- مر علامہ شہنشاہ حسین گردیزی

تہ شرف

طاہرہ اشرف جلالی

تہ شرف

مکتبہ دارالاسلام

دارالاسلام  
C-8 مکی الدین بلڈنگ، اتار بار مارکیٹ، لاہور  
Cell: 0321-9425765



## اتحاف و اتصاف

بہ گرامی خدمت حضرت مرتضویہ علویہ

شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت

امام الواصلین، سید العارفین، خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت

مولیٰ المسلمین، امیر المومنین، ابوالاعلیٰ الطاہرین، طاہر مطہر، قاسم کوثر

امام المشارق والمغرب، مظہر العجائب والغرائب

اسد اللہ الغالب، مطلوب کل طالب

حضرتنا و سیدنا و مرشدنا و کریمنا و محبوبنا و مولانا

# علی ابن ابی طالب

تَحَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْكَوْبَرُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ  
إِنِّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ



فیضان نور علم

امام التکلمین مجمع عقائد المسلمین  
ابو منصور محمد مازیدی

امام اعظم علی الاطلاق، بانی فقہ حنفی  
ابو حنیفہ نعمان ثابت کوفی

حضرت امام بن محمد الشافعی  
شیخ احمد فاروقی بسری

غوث اعظم شیخ طریقت  
محی الدین عبدالقادر جیلانی

شیخ الاسلام امام علی حضرت امام ابوحنیفہ  
شاہ احمد رضا خان دہلوی

برکۃ المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق  
شاہ عبدالحق محدث دہلوی

ابا ب شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

علامہ شری

امام شری  
حضرت شیخ شری

علامہ شری  
علامہ شری

علامہ شری  
علامہ شری

علامہ شری  
علامہ شری

علامہ شری  
علامہ شری

علامہ شری  
علامہ شری

علامہ شری  
علامہ شری

سلسلہ جوامع

طبع مئی ۱۳۳۳ھ / جنوری ۲۰۱۳ء

قیمت 100 روپے NET

علامہ شری

ناشر مجاہد احسن قادری



## عقیدتنا فی علی و معاویہ رضی اللہ عنہما

”رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ! اُن کا درجہ ان سب (حضرات عشرہ مبشرہ و وزیر و طلحہ) کے بعد ہے اور حضرت مولیٰ کے مقام رفیع و شان منیع تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن میں ہزاراں ہزار در ہوا برقی کردار صبار قار تھک رہیں اور قطع نہ کر سکیں، مگر فضل صحبت۔ ہم تو بھگداند سرکار اہل بیت کے غلامانِ خانہ زاد ہیں، ہمیں معاویہ سے کیا رشتہ کہ خدا نخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں، مگر ہاں اپنی سرکار کی طرف داری اور ان کا الزام بدگوئیوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حسب بشارت اپنے جد امجد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اختتام مدت عین معرکہ جنگ میں ہتھیار رکھ دیے اور ملک امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ العیاذ باللہ۔ کافر یا فاسق فاجر یا ظالم جابر تھے، تو الزام تو حضرت امام حسن پر آتا ہے کہ انھوں نے کاروبارِ مسلمین و انتظامِ شرع و دین بہ اختیار خود ایسے شخص کو تفویض کر دیا اور خیر خواہی اسلام کو۔ معاذ اللہ۔ کام نہ فرمایا۔ اگر مدت خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ بادشاہت منظور نہیں فرماتے، تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انھیں کو اختیار کیا۔ حاشا للہ، بل کہ یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور نے اپنی پیشین گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ظہر ایا کمافی صحیح البخاری۔“

(اعتقاد الاحباب فی الجمیل والصلطفی والآل والاصحاب  
از: اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ)

## پیش از کتاب...

پچھلی صدی کی ماضیت و خارجیت نے دیوبندیت کی کوکھ سے جنم لیا اور تفضیلیت و رافضیت نے سنتیت کی گود میں آنکھ کھولی ہے۔ اس خام پیداوار نے ماسوا اپنے گھر کو بدنام کرنے کے کچھ نہیں کمایا۔ ان میں ایک کا فساد ایک سے بڑھ کر ہے اور دونوں آج تک اپنے اپنے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھ سکے، کیوں کہ امت کے سوا او اعظم نے انھیں ہر دور کی طرح پچھلی صدی میں بھی قطعاً مسترد کیا ہے۔ ان کی اندرونی حالت دیکھ کر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان کے وجود سے مہانی دین کو تزلزل لاحق ہونے کا خطرہ ہے، بل کہ وہ یقیناً دس اور نکتہ سنج حضرات کا تو یہ کہنا ہے کہ ماضیہ کے نشانات صرف کتابوں کے اوراق پر موجود ہیں اور تفضیلیہ اب بھی جہالت کا ڈھکوسلا بن کر مہر زینِ علم کے سامنے شرماتا پھرتا ہے۔ غرض کہ ہر دو طبقوں میں ایسے لوگوں کو خاص پر میرائی نہیں مل سکی اور یہ صرف خداے رحمن کا فضل و احسان اور علمائے امت کے نعرہ حق کا اثر ہے۔ تاریخ میں آج تک جو فتنہ بھی اٹھا علمائے حق نے اپنی جاں سوزی مول لے کر ملت کے فرد فرد کو بدعتیگی کی آگ سے بچایا ہے اور ان حضرات القدس کی یہ قربانیاں رانگاں نہیں گئیں۔ اللہ وحدہ لا شریک کے فضل سے جب تک ان ایسے علمائے ربانین و رحمانین کا وجود باوجود سلامت ہے، پس پائی اور ہزیمت ایسے فتنوں کا بڑھ بڑھ کے استقبال کرے گی۔

رواں صدی کے اعتقادی منظر نامے کو سامنے رکھیں تو واضح ہوتا ہے کہ اسی فاسد المواد کے بقیہ جرثومات پھر سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اور وہ اپنے با اثر وسائل کو کام میں لاتے ہوئے اپنے افکار کو فروغ دینے میں کافی سرگرمی بھی دکھا رہے ہیں۔ الحمد للہ علمائے کرام ان فتنوں کے رد و ابطال میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ لیکن ابھی تک سنی قوم کا شعور پوری طرح بیدار نہیں ہو سکا ہے۔ اس کے لیے کچھ عرصہ اور محنت کرنی پڑے گی، ہر فورم، ہر گلی، محلہ، گاؤں، یونین، قصبہ، شہر میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی اور مسلسل اس تحریک کو جاری رکھنا ہوگا اور عوام میں ایسے پراگندہ افکار کے حاملین سے بچنے کا شعور پیدا کرنا ہوگا۔ ان شاء اللہ باطل پرستوں کا کھیل چند دنوں میں ختم ہو جائے گا۔ رافضی اور خارجی بھول بھلیاں میں نہ رہیں، کان کی کھڑکیاں کھول کر سن لیں! نہ ہماری نظروں سے تم لوگوں کی حرکتیں اوچھل جائیں، نہ قوم بدھوے، نہ تم بہت سیانے ہو۔ ہم اپنی ایمانی بصیرت اور اپنے معانین علماء و محققین کی معیت میں بر ملا کہتے ہیں کہ سال ۲۰۱۳ء موجودہ حرکت رافضیہ تفضیلیہ کا آخری سال ہوگا اور ہم اسی سال اس فتنے کا نیت تاریک گڑھے میں دفن کر دیں گے۔



ہوئے کس درجہ فقہیان حرم بے توفیق!

رافضیت کو کچھ چھوٹ ملی، تو ان کی چرب زبانی اس حد تک پہنچ گئی کہ ذرا حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کی بات ہو جائے تو ان کے لیے یہ صدمہ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ بے ساختہ کہ اٹھتے ہیں: ابی، چھوڑیے بھی! کیا ضرورت ہے ایسے بیانات کی!! جانے دیجیے! کچھ نہیں جانتا آپ کا، اور بھی تو کتنے موضوعات ہیں جن پر بات ہونی چاہیے۔ اور بھی کئی قسم کی لن ترانیاں دکھاتے ہیں۔ دوسری طرف شیخ جن اہل بیت کی شان میں وہ غلو کہ حد نہیں۔ یہی بیماری نواصب کو ہے، حضرت مولا مرتضیٰ یا حضرات اہل بیت کو کفر کا ذکر آ جائے تو ان کو مفت میں رخص و تشیع کا احساس ہونے لگتا ہے۔ ادھر یزید پلید بند بے دید کو بھی کوئی اچھے لفظوں سے یاد کرے، انھیں نصب و خروج کا خطرہ تک نہیں گزرتا، بل کہ یہ لوگ تو خود اسے امیر اور خلیفہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ بس ان دونوں انتہاؤں سے حذر چاہیے، اور درمیانی راہ جو کہ سنت و جماعت والوں کی ہے، پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے۔

صحابہ کرام علی الخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحفظ ناموس کے لیے ہمیں یہ تحریک کیوں چلانی پڑی؟ اس کے محرکات و اسباب کی چند جھلکیں ہم پیش کرتے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ زمانے پہ آشکار کریں! وہ راز خاص کہ حامل ہیں جس کے پرگ و پے (عرق بیسانی)

اور یہ نمونے صرف اہل سنت بریلوی حضرات کے ہیں، باقی طبقات سے بھی اگر شمار کیے جائیں اور ان کی تفصیل لکھی جائے تو کئی دفتر جمع ہو جائیں۔ راقم کے مشاہدہ سے گذشتہ چند سال سے جو باتیں آرہی ہیں، یہاں اسی ترتیب سے پیش کی جائیں گی، جس سے اس امر کا وضوح بھی ہو جائے گا کہ یہ خطرناک سوچ کیسے منظم اور مربوط انداز میں پھیلائی جا رہی ہے اور اس کے ازالہ کے لیے ہمیں کس قدر پھرتی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ ادارہ پاکستان شناسی، لاہور والے بابا جی ظہور الدین خان امرت سہری نے ستمبر ۲۰۱۰ء میں "البلاغ" پر ویسٹ علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری، چھاپی تو اس کے شروع میں ڈاکٹر وحید عشرت کو دیباچہ شامل کیا، اس میں انھوں نے حضرت معاویہ کے متعلق کئی طرح کی سست باتیں لکھ کر ان کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی۔

اس سے مذہبی حلقوں کے اہل علم حضرات میں کافی اضطراب پایا گیا۔ "البلاغ" میں ظہور الدین خان کی جاہ جاحاشیہ آرائی نے جلتی آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کیا۔

اگست ۲۰۱۲ء میں ظہور الدین خان کی تحریک پر عمری مختار جاوید منہاس صاحب نے "میں زہر بلا اہل کو کیسے کہوں قند؟" میں مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور کی مطبوعہ "تاریخ اسلام" مرتضیٰ احمد خان میکش کی کتاب کو بنیاد بنا کر ادارہ کی کئی غیر معمولی غفلتوں کی خبر لی۔ اس میں دانستہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر ایسے عامیانہ انداز میں کروایا گیا ہے کہ ایک عام مسلمان کے درجے سے بھی نیچے لے آئے۔ راقم نے منہاس صاحب سے اس معاملے پر بات کی تو انھوں نے بھی احساس کیا۔ دراصل یہ ظہور الدین صاحب کا کارنامہ ہے جو انھوں نے منہاس صاحب کے نام کے سہارے اپنے لیے راہ ہموار کی ہے۔

کچھ عرصہ سے ادارہ پاکستان شناسی کی طرف سے کتاب "مناقب اہل بیت" عزیز الحق کوثر ندوی، کی تشہیری مہم چل رہی ہے۔ ماشاء اللہ والحمد للہ انگریزوں میں بابا ظہور الدین اپنا کمال بڑا وبال بھی فرما رہے ہیں۔ وہ حسب سابق اس کتاب کی ابتدا میں اپنا دیباچہ شامل کرنا چاہ رہے ہیں اور اس میں جو معرکہ و بپا کرنا چاہتے ہیں وہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی میسون اور کچھ دیگر تاریخی باتوں کا سہارے کر آپ کے سیاسی اور ریاستی کردار کو بحرمانہ حد تک مجروح کرنا ہے۔ اس پر ان کے دلائل کے اہل مآخذ عیسائی مؤرخین کی کتب تاریخ ہیں۔ ایک طرح سے وہ اہل بیت کے ذکر خیر کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کردار کو گندا کر دکھانے کی دانستہ کوشش میں مصروف ہیں، جس سے لازماً رافضیت و شیعیت کے پاؤں پکے ہوں گے۔ اور ایسے ہی کچھ فرض ناشناس لوگوں کی غیر ذمہ دار حرکات سے فضا و رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ تاریخ کسی ابو یزید محمد دین بہت اور محمود عباسی کو پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں قسم کے فتنوں سے بچائے رکھے! ظہور الدین صاحب اپنی عمر کے آخری حصے میں پہنچ کر پٹری سے کیوں اتر گئے ہیں اور وہ کسی کے صلاح مشورے کو خاطر میں نہ لانے پر مجبور کیوں ہیں؟ اس کے پیچھے دراصل ان کی گھریلو ناچاقیاں، حالات کی ستم ظریفی اور بیٹوں کی ان سے عدم التفاتی ہے، جس نے ان کے حس ضدیت کو پختہ کر دیا ہے اور قبولیت کی خصلت ان میں معدوم ہو چکی ہے، انھیں ہر وہ بات جو ان کی سوچ کے خلاف ہو اس سے چڑی ہو گئی ہے، یقین کریں، جن لوگوں کی ان سے شناسائی نہیں ہے وہ انھیں دیوانہ خیال کرنے لگے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ میری ان سے ایک سال تو اترا اس مسئلہ



میں تکرار ہوتی رہی۔ میں نے ان کی نشست اپنے کرم فرما علامہ حافظ فریاد علی قادری اور مولانا عبد الجبار قادری زید مجدہما (تلمیذ ابن حضرت شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی) سے کروائی۔ عزت مآب قاری محمد لقمان قادری صاحب سے اتفاقاً میرے ہی پاس ان کی ملاقات ہو گئی، ہر بار کیا ہوا؟ یہی کہ اپنی طرف سے دو چار سطحی دلائل دینے کے بعد ظہور صاحب بغیر جھانکنے لگ جاتے اور پھر ان کے ورد زبان ایک ہی بات ہوتی: ”تم لکھو! میرے خلاف لکھو! میرے تحریروں کا جواب دو! مضمون لکھو! کتاب لکھو! یہ کرو، وہ بھی کرو!“ اس کے علاوہ کوئی بات، کوئی دلیل ان کے کشکول تحقیق سے برآمد نہ ہوتی۔ جو شخص منہ پر جھوٹا پڑ جائے اس کو تحریری جواب دینا اپنی حماقت کو ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ واللہ هو المہادی و مالک یوم التنادی۔

میرا ظہور الدین صاحب سے چوں کہ ۵ سال سے تعلق ہے اور ابتدا سے کچھ عرصہ تک لٹریچر سے شناسائی میں وہ میری مدد بھی کرتے رہے ہیں، ان کو اس تکلیف میں دیکھ کر مجھے ترس آتا ہے، اور ولی تمنا بھی یہی ہے کہ وہ اس کلفت سے ماڑی جان کو آزاد کر لیں، تاکہ زندگی کے بچے کچھ دن سکھ کے ساتھ جاسکیں۔ اس واسطے ان کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ بابا جی! سیدھے سے جا کر اپنا گھر چلائیں! آپ کے ذہن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جو بھی تصویر بن چکی ہے، بجا بگر وہ اپنی تمام ریاست کا انصرام آپ کے گھر سے سو گنا اچھا چلاتے تھے۔!!!!

۲۔ بیر ہارون الرشید (موہڑہ شریف، کوہ مری ضلع راول پنڈی) نے اپنی ایک دعا کے دوران حضرت سیدنا مولانا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ”منافق“ کہا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

۳۔ قاری ظہور احمد فیضی نے ”شرح خصائص علی“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مردود و مطرود اقوال بیان کیے ہیں۔ رافضیوں کے اس اجرتی محقق کو ہم اسی سال میزان تحقیق پر پیش کریں گے، پھر آپ دیکھیے گا کہ اس کی تحقیق کی ذمیل سے کیا کیا کچھ نکلتا ہے۔

حقیقتاً ہے فریب کمال خوش نظری ترے خیال کے فرضی بتوں کی عشوہ گری  
عجب نہیں کہ خرد کا نقاب اٹھ جائے بدرو سے کار جو آئے جنوں کی پردہ دری  
(عرق لیسانی)

۴۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کا بیداری شعور کے سلسلے میں کیے ہوئے ایک خطاب کا چھوٹا سا حصہ ہم تک پہنچا۔ اس میں ضمناً انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرنے

والوں کو ”قتلہ کر ملا“، ”یزیدی ٹولہ“، ”خارجی الذہن“، ”حب الہییت کے مخالف“ وغیرہ قرار دیا۔ اور یہ سب انھوں نے کہا تو کسی اور کو نہیں، سنی بریلوی بھائیوں کو کہا۔ اتنی تواضع کرنے کے بعد وہ گویا ہوئے کہ ایسے لوگوں کو اہل سنت کی صفوں سے جوتے مار کر نکال دو!!

طاہر القادری صاحب کا دل عیسائیوں جن کے کفر پر نصوص قطعیہ شاہد ہیں، کی محبت سے اتنا پڑھو چکا ہے کہ اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول کی محبت کے لیے ذرا بھی جگہ باقی نہیں رہی ہے، البتہ وہ ہر سال کرسمس ڈے کو خوب انجوائے کرتے ہیں، حتیٰ اپنے چینیٹے عیسائی بھائیوں کے لیے مسجد کے دروازے تک کھول دیتے ہیں۔ طاغوت کے پیروکاروں سے اس حد تک اُنسیت اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اتنا غفراٹھ ہے!!

خیر ان کے اس بیان کی باقی سب باتیں تو ہماری سمجھ میں آ رہیں، مگر یہ بات اب تک ہمارے لیے ناقابل فہم رہی ہے جو انھوں نے کافی زور دیتے ہوئے کہی کہ میرے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، عقیدہ کی کسی کتاب میں ان (امیر معاویہ) کے مناقب پر کوئی باب قائم نہیں ہے۔

یہ بات بھی ہمیں ہضم ہو گئی کہ اس جناب کے پاس عقائد کی پچاسوں کتابیں ہیں، مشکل یہ ہے کہ قادری صاحب! آپ کو مناقب کے ابواب حدیث کی کتابوں میں تلاش کرنے چاہیے تھے نہ عقائد کی۔ اور اگر جناب کتب عقائد میں دیکھنے پر ہی یہ ضد ہیں، تو انھی پچاسوں کتابوں میں سے جن کتب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب کے ابواب ملیں گے انھی میں تھوڑا آگے بھی دیکھ لیں، آپ کو مناقب امیر معاویہ کے باب بھی نظر آ جائیں گے۔ اور اگر چند ایک کتب میں اس کے برعکس ہو بھی تو یہ قاعدہ یا فرامائیں اعداء الذکر لا یستلزم عدم الشیء۔

منہاج القرآن لاہور کے مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی نے جب ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب پر کتاب تصنیف کرنی شروع کی، تو طاہر القادری صاحب نے انھیں اس صالح کام سے ٹوک دیا۔ یہ روایت مجھ تک میرے والدہ گرامی حضرت علامہ مفتی غلام حسن قادری مدظلہ سے پہنچی ہے جو ہزاروی صاحب موصوف کے شاگرد ہیں۔

ایک بات اور، کہ طاہر القادری صاحب کی شروع دن سے شہرت مذہبی رنگیلہ کی ہی رہی ہے۔ ان کی باتوں کو اکثر لوگ سنجیدگی سے نہیں لیتے، مگر فکر اس وقت دامن گیر ہوتی ہے جب ان کے جیلے متوالے انھیں دنیا کا سب سے بڑا عالم ماننے پر ٹٹل جاتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ کچھ عرصہ سے ایسی کرخت باتیں کرنا ان کا محبوب مشغلہ یا کہ لیس کہ اپنی تشہیر کا سستا کاروبار بن چکا



ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ یہ اُن کے اندر کا بخار ہے یا وہ کسی کے اشارے پر یہ سب کچھ کرنے اور کہنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ خیر، حقیقت جو بھی ہے اللہ عزّ شانہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ ویسے اب اُن کی حالت قرآن مجید میں مذکور اُس شخص کے مشابہ ہو چکی ہے جس کے متعلق اللہ جلّ شانہ فرماتا ہے:

و اتل علیہم نبا الذی اتیناہ ایتانہ فانسلخ منها فاتبعد الشیطن فکان من الغاوین، و لو شئنا لرفعنہا بہا و لکنہ اخلد الی الارض و السبع ہواہ فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث

(الاعراف: ۶-۱۷) (ترجمہ: "عرفان القرآن" سے ملاحظہ ہوا)

۵۔ مولانا محمد بر خوردار ملتانی کی کتاب "غوث اعظم" حال ہی میں زاویہ پہلی شریز، لاہور سے چھپی۔ اس کا آغاز نبی کریم ﷺ کے ذکر مبارک سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کے حالات ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور خاص طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذکر پاک میں مصنف نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایسے حیا سوز اور عظمت آمیز جملے لکھے ہیں جنہیں پڑھ کر کسی بھی سچے مسلمان کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے۔ یہ عبارات ہم اپنے رسالہ "زبور خراب حال" میں نقل کر چکے ہیں، ظمن شاء فلیرجع الیہ

مولوی بر خوردار ملتانی نے آج تک اہل سنت کے علمی حلقوں سے "حاشیہ ہیراس" کی بہ دولت خاصی داد و وصول کی ہے۔ لوگ انہیں اہل سنت کا بڑا عالم گمان کیا کرتے تھے، شاید ہزار میں سے کسی ایک کو بھی اس شخص کے رافضیانہ نظریات کی خبر نہیں تھی۔ ہم قادی ظہور احمد اسد گلاڑی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ جن کی تحریک پر "غوث اعظم" والی کتاب شائع کی گئی جس نے کم از کم اُن کی تصویر نیم زرخ کا پورا چہرہ تو نمایاں کر دیا ہے۔

۶۔ سید شمس الدین شاہ بخاری نے چند دن پہلے عثمان مسجد، اسلام پورہ، لاہور میں تقریر کی۔ اسے ٹی آئی کے کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ اُن کی کئی باتوں سے اہل علاقہ پریشان ہیں، علما اُن کے اس بیان سے بیزار ہیں۔

۷۔ سید مزل حسین شاہ نے ایک مقام پر تقریر کی جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بڑا ہی بے باک طعن کیا۔ جس پر حاضرین میں سے نعرہ بلند ہوا "معاویہ پہ لعنت" (اعوذ معاذ اللہ)۔ مزل حسین شاہ نے فوری طور پر اسے منع تو کیا۔ مگر چند لمحے گزرنے کے بعد اُس لعین شخص کا ذکر ان الفاظ میں بیان میں اپنے عزیز کو داد دیتا ہوں، اُس کے اپنے جذبات تھے... [۱]۔

۱۔ ان تمام باتوں کے ثبوت ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ جو صاحب تصدیق چاہیں، رابطہ فرمائیں!

و من یکن یطعن فی معاویہ فذلک کلب من کلاب الہاویہ

(شہم الریاض، علامہ شہاب الدین خفای، ج ۳ ص ۵۱۵)

مولانا مفتی محمد شوکت سیالوی صاحب (خانے وال) نے چند سال قبل ذمیرہ غازی خان میں ایک تقریر کی تھی، جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بے احتیاطی سے کئی باتیں نکل گئیں۔ اُن سے ۲۶/۲۹ دسمبر کو فون پر بات ہوئی، تو انھوں نے سابقہ کئی باتوں سے اپنا رجوع کرنا بیان کیا، مگر ابھی تک اُن کا متعین موقف تحریری صورت میں سامنے نہیں آ سکا۔ توقع ہے کہ وہ اس نازک مسئلے میں اپنا دونوں نظر یہ جلد سے جلد شائع کریں گے۔ واللہ التوفیق!

مولانا محمد حنیف قریشی (راول پنڈی) کے چند غیر محتاط جملے بابت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مشہور ہو گئے تھے۔ اس معاملے میں اُن کی وضاحت بھی موجود ہے اور ان کے قریبی ساتھیوں سے معلوم پڑا ہے کہ اب وہ اس سے لاتعلقی ہیں۔

علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان) کے حوالے سے بھی کئی باتیں گردش میں ہیں۔ شنید ہے کہ انھوں نے علما کی ایک مجلس میں اپنی سابقہ باتوں سے رجوع اور توبہ کر لی ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہوا

یاد رکھیں! جب بھی کچھ لوگ بے دھیانی میں یا جاننے کے باوجود صحابہ کرام ایسی بڑی ہستیوں کے بارے میں نامناسب باتیں کر جاتے ہیں، تو جواباً مصلحتاً کچھ لوگوں کو اُن کی ذاتیاتی سرزنش کر کے ان کی غیرت کو اشتعال دلا کر انھیں یہ باور کرانا پڑتا ہے کہ جیسے آپ حضرات مجمع عام میں ان جلیل القدر شخصیات کی عزتیں اُچھالتے ہیں جس سے ہمارے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور بلا ریب نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے، تو چلو آپ کا ظرف بھی ماب لیتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی کتنے طوفان سو سکتے ہیں آپ اس میں!! لہذا جن حضرات پر اُس قبیل سے کچھ بھی الزام ہوں کہ جن کا علاقہ کسی نہ کسی طرح عقائد سے متصل ہو وہ وضاحت طلبی پر تہیدہ اور رنجیدہ نہ ہوا کریں، کیوں کہ جہاں صحابہ کی عزت کا سوال ہو وہاں اپنی نام کی عزت کو قربان کر دینا چاہیے۔ ایسے لوگوں کے لیے دامن کی سیاهی دھونے کا بہترین طریقہ یہ ہے وہ اپنا وضاحتی بیان رجوعی موقف تحریراً تصدیقاً شائع کر دیں یا کوئی مضمون یا جامع تحقیق کتابی صورت میں پیش کر دیں۔ اگر طباعت کی بابت وہ کسی قسم کی رکاوٹ محسوس کریں تو ہمارے ادارہ سے رجوع کریں!



ان شاء اللہ اہل سنت کی مؤید تحریریں اُن کے شایان شان شائع کی جائیں گی۔

## ایک خوش گپی کی تجزی

”تفضیلیت کو دعویٰ ہے کہ فرشِ نبی پر اُن کے سوا اہل بیت رسول (شیخ تن) کی کما حقہ منقبت سرائی کسی فرد بشر کے لیے ممکن نہیں ہے اور صحابہ تو ویسے ہی ان کے موضوع سے خارج ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے آپ کو اہل بیت کا کلو تا وارث سمجھ بیٹھے ہیں۔ ایسے دعوے اور اس سوچ پر انھیں نظر ثانی کر لینی چاہیے۔ کیوں کہ ایسے خیالات اُن کی صحت کے لیے ہرگز اچھے ثابت نہیں ہو سکتے۔ ایسے خوش خیال حضرات کو ہمارا پیغام ہے کہ صحابہ کرام کی عظمت و رفعت اور ان کے دفاع کے لیے تو ہم کام کی ابتدا تو کر ہی دی ہے۔ عن قریب ہم حضرات اہل بیت علیہم السلام کے فضائل و مناقب اور اُن کے دفاع میں بھی کام شروع کر رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اُن کے معاملے میں غلو کرنے والوں کی بھی صحیح طرح سے خبر لیں گے۔ ہم ازواجِ رسول، پسرانِ رسول، بناتِ رسول، عترتِ رسول، اقرباے رسول وغیرہم من اہل البیت پر باضابطہ اول تا آخر تحقیقی کام منظرِ عام پر لائیں گے، ان کے دن منائیں گے، ان کے نام کی محافل کرائیں گے، ان کے ناموں سے شعبہ جات کو منسوب کریں گے وغیرہ۔ اس لیے کہ ان سب کے بغیر یہ حلقہ قدسیاں نامکمل رہتا ہے۔

اور ایک بات اچھے سے ذہن نشین کر لی جائے! اول تو ہم کسی کو راستہ نہیں دیں گے، لیکن اگر کسی نا صبی یا رافضی نے اس کش مکش کی آڑ لے کر اپنے مطلب کی فضا بنانے کی جسارت کی، تو یاد رکھو! سب سے پہلے ہمارا سنگ بار قلم اُس کی گناہ کا تحقیق کو رجم کرتا نظر آئے گا۔ نہ ہمیں رخص و تفضیل قبول ہے اور نہ خروج و نصب منظور۔ ان دونوں کا استیصال اہل سنت و جماعت کا طریق ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے۔ اللہ! ہمیں اسی پہ موت دے!!

## معاویات

”دائرہ اسلام“ نے حضرت سیدنا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے تعلق سے جملہ موضوعات کو مستقل شعبہ ”معاویات“ قرار دے کر اس مضمون کے تمامی سنی تحریری و تحقیقی کام کو شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ چنانچہ جولائی ۲۰۱۲ء میں ادارہ نے (۱) ”من ہو معاویہ؟“ قاری محمد لقمان کی طباعت سے، بسم اللہ ہو چکی تھی، اور یہ بغیر کسی منصوبہ سازی کے چھپی۔ سال نو ۲۰۱۳ء جنوری میں بحمد اللہ سجانہ۔ ہمارے اس منصوبہ بند کام کا آغاز کتاب ہذا (۶۵۲) ”دفاع سیدنا امیر معاویہ

رضی اللہ الجواد الجلیل عنہ“ (۲۰۱۳ء) کی طباعت سے ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ (۷) ”البشارات العالیہ لمن احب سیدنا امیر معاویہ“ معروف بہ ”مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ“ مولانا شعلات احمد نقشبندی مجددی زید علمہ و عمرہ، کی شان دار اشاعت بھی وقوع میں آچکی ہے۔ اب کے بار تازہ ترین تھ جو ہم پیش کریں گے اُس کا نقشہ کچھ یوں ہو سکتا ہے:

- ۸- شانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ.....: علامہ ابو محمد سید ویدار علی شاہ قادری محدث لوری
  - ۹- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری چشتی
  - ۱۰- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: عماد الاسلام در ذکر امیر شام: مولانا وکیل احمد سکندر پوری
- یہ رسالہ تاقوتِ تحریر دریافت نہیں کیا جاسکا۔ پہلا نام ”مرآۃ القصایف“ ص ۲۳۷ سے لیا گیا ہے اور ناشر مطبع بھبھائی، دہلی لکھا ہے۔ جب کہ دوسرا نام پروفیسر اقبال مجددی صاحب نے فاضل سکندر پوری کے ”رسالہ در دفاع“ کے مقدمہ میں ص ۹ پر ذکر کیا ہے۔

- ۱۱- فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی
  - ۱۲- حیاتِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: بیرو غلام دیگر بنانی
  - ۱۳- شخصیت جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (انقصار مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ): علامہ شعلات احمد نقشبندی
  - ۱۴- فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور مخالفین کا محاسبہ: مولانا محمد صدیق ضیاء نقشبندی
  - ۱۵- مناقب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا ابوالکرم احمد حسین قاسم حیدری رضوی
  - ۱۶- حضرت علی و امیر معاویہ کے درمیان جنگ کیا تھی؟ (اخوذا صحابہ کرام کی حقانیت): علامہ محمد شہزاد ترائی
- یہاں اُن کتب کی فہرست بھی پیش خدمت ہے جو مسلسل چھپ رہی ہیں اور مارکیٹ میں دست یاب ہیں اور انھیں مکرر چھاپنے کی چنداں حاجت نہیں، تا آن کہ کسی کی طباعت ملتوی ہو جائے:
- ۱۷- دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ: مولانا محمد علی نقشبندی (۲ جلد)
  - ۱۸- النار الحامیہ لمن ذمّ المعادیہ: مولانا محمد نبی بخش حلوانی
  - ۱۹- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک نظر: مفتی احمد یار خان نعیمی
  - ۲۰- سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہل حق کی نظر میں: سید محمد عرفان شاہ مشہدی
  - ۲۱- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات (صرف العنان عن مطاعن معاویہ بن ابی سفیان): علامہ ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی
  - ۲۲- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: مولانا مفتی فضل الدین نقشبندی
  - ۲۳- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ: پیر محمد مقبول احمد سرور



ان میں بڑے حجم کی کتابیں علاحدہ اور مختصر ضخامت کی مجموعہ کی شکل میں مختلف اداروں سے شائع کروائی جائیں گی۔ ان کے علاوہ (۲۳) القول الرضی: مخدوم محمد ابراہیم ٹھٹھوی نمبرہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی اور (۲۵) حلم معاویہ: امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نیز (۲۶) تطہیر الجنان: علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کے اردو تراجم جاری ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! یہ صرف مطبوعہ اردو مواد کی فہرست ہے، غیر مطبوعہ کم یا ب اور عدم دست یا ب یا عربی و دیگر زبانوں کی کتب اور اہل سنت کے علاوہ دوسرے مکاتب کے اہل قلم کی نگارشات کی فہرست کا یہاں اندراج نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازاں یونیورسٹی ورثی مقالے بھی ہیں، چونکہ اس وقت اکثر جامعات کے مقالات کی فہارس ہماری رسائی میں نہیں ہیں۔ لہذا کافی معلومات نہ ہونے کے باعث ہم یہاں ان کی تفصیل دینے سے قاصر ہیں۔ ان شاء اللہ العظیم کسی اہم مقالے کی اشاعت کے ساتھ وہ سبک مردار پرنٹرز قریب قریب نکال دی جائے گی۔

ہر لحظہ نیا طور، نئی برقی جنگی اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

### تزکِ رضوی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت پاسان عظمت اہل بیت وکیل اصحاب رسول سیدنا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے ۳ رسائل در فضائل حضرت امیر المسلمین سیدنا معاویہ رحمہ اللہ تصنیف فرمائے ہیں۔ ان رسائل کا آج تک کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ البتہ ان کی نشان دہی آپ کی ذاتی تحریرات سے ہوتی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱- البشرى العاجلة من تحف اجلة (۱۳۰۰ھ)

۲- الاحادیث الراویة لممدح الامیر مغویة (۱۳۰۳ھ)

۳- عرش الاعزاز و الاکرام لاوی ملوک الاسلام

۴- ذب الالهواء الواهیة فی باب الامیر مغویة (۱۳۱۲ھ)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے یہ رسائل اگر عالم کے کسی گوشے میں سلامت موجود ہوئے تو ان شاء اللہ تبارک و تقدس عزت صحابہ کی اس نئی تحریک کے برکت سے ایک دن ہم انھیں نکال لائیں گے اور انھیں پرتپاک طور سے طبع کر کے اہل عالم کے لیے نشر کریں گے۔

ہمارے دوست محترم مولانا حامد علی علی زید علمہ و فضلہ نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی کتب سے حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کے متعلق میسر مواد کو ایک مضمون میں ترتیب دے دیا ہے۔ رب کریم کا

کرم عظیم شامل حال رہا تو بہت جلد یہ مضمون طبع ہو جائے گا۔  
رضاء کے رسائل کی یہ دریافت رضا فروشی کا دھندا کرنے لیکن ان کے عقائد سے انحراف کرنے والوں کے گھروں میں کھرام بچا دیں گے، جس طرح کہ ”مطلع القرین“ کی رومنائی نے ان کے آگن میں بل چل بچا دی تھی۔ اَلَا مَن شَاءَ اللّٰهُ۔

### اعتنان بابا طہمنان

حضرت امیر المؤمنین ملک المسلمین سیدنا امیر معاویہ رحمہ اللہ کے فضائل و مناقب و فاع میں رسائل کے اس مجموعہ کی اشاعت میں درج ذیل احباب نے مرکزی تعاون فرمایا۔

مولانا سید شاہ حسین گروہری صاحب نے حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمہ اللہ کے رسالہ کا ترجمہ چھاپنے کا موقع دیا اور فضیلۃ الشیخ مولانا سید الحق محمد عاصم قادری رحمہ اللہ (بدایوں داغیا) اس کی کیوزنگ فراہم کی اور دیباچہ بھی تحریر فرمایا۔ علامہ محمد اعظم سعیدی رحمہ اللہ نے علامہ پرہادی کے رسالہ کا ترجمہ طبع کرنے کا اذن عطا فرمایا۔ اور جناب عبدالاحد قادری صاحب نے ترجمہ کا قدیم نسخہ فراہم کیا۔

حضرت بیرو سائیکس علامہ غلام رسول قاسمی زید کرم (مرگودھا) نے اپنے رسالہ کو چھاپنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور آپ کے حکم پر برادر طارق سعید قادری صاحب نے کیوزنگ بھی ارسال فرمائی۔

مولانا عبداللہ کھٹکی رحمہ اللہ (جمعیت اشاعت اہل سنت، کراچی) نے نہایت کم وقت میں شیخ محمد حیات سندھی کے رسالہ کا ترجمہ کیا اور متن و ترجمہ کیوزنگ کے بھیج دیا۔

حافظہ اعظمہ عباس شمس یالوی رحمہ اللہ نے حضرت علامہ محمد عبدالرشید ٹھٹھوی رضوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کی کیوزنگ فراہم کی۔ اور شکلم اسلام کنز العلماء شایعہ الشیخ حضرت ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب (امیر ادارہ صراط المستقیم پاکستان) نے ۵ جنوری ۲۰۱۳ء کو ”شان امیر معاویہ سنی ڈاٹ“ منعقد کر کے صحابہ کرام رحمہ اللہ کی میانہ ناموس کی ایک نئی روایت (اہل) ہے، جس نے ہم جیوں کو کام کرنے کا حوصلہ بخشا۔

فلک نے بھی سیکھے ہیں تیرے سے طور کہ اپنے کیے پر پشیمان نہیں (آوردہ) یہ کتاب بھی اسی سہارک موقع کی حشرت و درخشانی کی ارزانی کے لیے شائع کی جا رہی ہے۔

علامہ قادری محمد لقمان قادری صاحب رحمہ اللہ کی مرحلہ وار توثیق اور مشارکت نے بڑا کام کیا۔  
غیر اختر حسن محمد زائد قادری کو اللہ شاد رکھے انھوں نے ماہِ دولت کی خواہش پر علامہ حافظہ فضلات احمد نقشبندی دہلوی امام اللہ رحمہ اللہ کی کتاب اپنے ادارے والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور سے چھاپ دی ہے۔ اللہ ہم زد و خور!

راقم: محمد رضاء الحسن قادری

یوم اول عرب حضرت داؤد علی بھیری رحمہ اللہ

مدیر دائرہ الاسلام، لاہور

منگل وار ۱۸ صفر ۱۴۳۳ھ ۱۳ جنوری ۲۰۱۳ء



## فہرست رسائل

۱ رسالہ فی فضل معاویہ: شیخ محمد حیات سندھی

۱7 مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہمی سندھی

۲ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ: مولانا عبدالقادر بدایونی

22 ترجمہ: اختلاف علی ومعاویہ: علامہ سید شاہ حسین گردیزی

۳ حضرت سیدنا امیر معاویہ کے بارے کیے گئے چند سوالات کے جوابات:

66 علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی

91 ۴ صافیہ لما وقع بین علی ومعاویہ: پیر سائیں غلام رسول قاسمی

۵ الناہیہ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ: علامہ عبدالعزیز پرہاروی

137 ترجمہ: معتز ضیمن اور حضرت امیر معاویہ: علامہ محمد اعظم سعیدی

## رسالہ فی فضل معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنفہ علامہ محدث فقیر شیخ محمد حیات سندھی مدنی (متوفی 1163ھ)

مترجم: مولانا محمد عبداللہ فہمی سندھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم -

امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں کہ ہے  
شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہم علیہ الكتاب والحساب وقہ العذاب.

اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا

(مسند الامام احمد بن حنبل رقم الحديث: 17152، 27، 383)

اور طبرانی نے اوسط میں ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معاویہ  
ﷺ کے حق میں فرمایا:

اللہم اھدہ بالھدی وجنبہ الردی واغفر لہ فی الآخرۃ والاولی.

اے اللہ! اسے ہدایت کے طرف رہنمائی فرما، اور ناکت سے بچا، دنیا اور آخرت

میں اس کی مغفرت فرما دے! (المعجم الاوسط رقم الحديث: 1.1838، 498)

اور طبرانی نے ثقہ رجال کے ساتھ روایت کی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اشھدوا معاویۃ امرکم فانہ قوی امین.

اپنے امور میں معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو گواہ بناؤ، بے شک وہ طاقت ور اور امانت دار ہے۔

(البحر الزخار رقم الحديث: 8.3507، 433 مسند الشامیین رقم الحديث: 2.1110، 161)

ای طرح طبرانی نے اوسط میں کیا ہے: بے شک نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کے حق میں دعا فرمائی کہ



اللهم عليه الكتاب والحساب ومكنه في البلاد وقه سوء العذاب  
اے اللہ! معاویہ کو کتاب (قرآن) اور حساب کا علم عطا فرما، اور اسے شہروں کی  
حکومت عطا فرما، اور اسے بڑے عذاب سے بچا۔

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/628/252)

ای طرح طبرانی نے اسط میں روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کی بارگاہ  
میں حاضر ہوئے عرض کی:

يا محمد استوص معاوية فانه امين على كتاب الله ونعم الامين هو.  
یا رسول اللہ! معاویہ کے حق میں وصیت فرمائیے، بے شک وہ اللہ کی کتاب کے

امین ہیں اور محمد امین ہیں۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 3/3902/73)

ای طرح طبرانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان الله ورسوله يجبان معاوية.

بے شک اللہ اور اس کا رسول معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد، كتاب المناقب، باب ما جاء في معاوية بن ابي سفيان، رقم الحديث: 9/15923/441)

ای طرح طبرانی نے عوف بن مالک سے روایت فرمائی ہے کہ بے شک انھوں نے

خواب میں دیکھا کہ معاویہ ابی بنی بنت میں سے ہیں۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/686/307)

ای طرح طبرانی نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو الجنت ضرور کہتے کہ یہ

مہدی ہیں۔ (المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/691/308)

اور طبرانی نے مشہور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قتلاي و قتلي معاوية في الجنة.

میرے اور معاویہ کے درمیان جنگ کے مقتولین جنتی ہیں۔

(المعجم الكبير، رقم الحديث: 18/688/307)

ای طرح طبرانی نے صحیح رجال کی سند کے ساتھ ابودرداء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول

اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ رسول اللہ کی نماز

کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔ (مسند الشاميين، رقم الحديث: 1/282/168)

امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ (ابن عباس) رضی اللہ عنہ  
نے معاویہ کے حق میں فرمایا: بے شک یہ فقیہ (مجتہد) ہیں اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی صحبت  
پائی ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية، رقم الحديث: 2/3764/479)

اسی طرح امام بخاری روایت کرتے ہیں:

انني ابي هذه سعيد و لعل الله ان يضلح يوتقن يفتقن من المسلمون.

میں نے شک میرا یہ بڑا سردار ہے اور اللہ سے امید ہے کہ ان تعالیٰ اس کے ذریعے

مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

(صحيح البخاري، كتاب فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب ذكر

مناقب الحسن والحسين، رقم الحديث: 2/3746/476)

پس تحقیق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور آپ کی

جماعت کے درمیان صلح واقع ہوئی ہے۔ پس یہ نبی کریم ﷺ کے طرف سے بھی گواہی ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کی جماعت اسلام پہنچا۔

ای طرح امام مسلم نے روایت فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قتلني عمارقة عترة فزقة من المسلمين يقتلها آؤني الظالمين يقتلني بالحق.

مسلمانوں کے قتل میں عمارتوں کے وقت دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی

وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، رقم الحديث: 3/423/475)

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اقرب الظالمين من الحق.

یعنی دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

(صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج وصفاتهم، رقم الحديث: 3/426/476)

پس میں کہتا ہوں کہ قتل کرنے والا گروہ جو تھا وہ جماعت تھی جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

پر فروع کیا تھا، اور ہادوسرا گروہ تو وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت تھی، پس یہ ثابت ہوا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی جماعت بھی حق پر تھی۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت حق سے



زیادہ قریب تھی۔

اسی طرح ترمذی نے حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا وَاهْدِيَهُ۔

اے اللہ! معادریک ہادی و مہدی اور ذریعہ ہدایت بنا دے۔

یہ حدیث حسن قریب ہے۔

(سانن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، رقم الحدیث: 43842/526)

اسی طرح ترمذی نے عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا: معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا کرو! میں نے نبی کریم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت یافتہ اور اس کو ذریعہ ہدایت بنا دے!

(سانن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان، رقم الحدیث: 43843/527)

پس میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بے شک صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم ﷺ کے طرف سے دُعا مقبول ہوئی ہے۔ جس آپ نے حضرت معاویہ کے ذکر کو منع فرمایا، مگر یہ کہ بھلائی کے ساتھ کیا جائے اور اسی طرح یہ اس کے لیے بھی حکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔

امام بخاری نے ام حرام سے روایت فرمائی ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أَقْبَى يَغْزُونَ لَيْسَ قَدْ أَوْجَبُوا۔

میری امت سے پہلا لشکر جو سمندری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہے۔

ام حرام کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَكَا فَيْحُهُ؟

کیا میں بھی اس میں شامل ہوں گی؟

فرمایا:

أَنْتِ فَيْحُهُ۔

ہاں! تو بھی ان میں ہوگی۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أَقْبَى يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ۔

میری امت کا وہ گروہ جو سب سے پہلے شہر قیصر میں لڑے گا اس کو بخش دیا گیا ہے۔

میں پوچھا کہ

أَكَا فَيْحُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

کیا میں اس گروہ میں بھی شامل ہوں گی؟

فرمایا:

نَـ

نَـ

(اصحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیور، باب ما قبل فی قتال الروم، رقم الحدیث: 22924/253)

دوسری روایت میں ہے کہ میں وہ اپنے شوہر کو لے کر معاویہ بن عامر کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے لگی۔ یہ پہلے میں جنھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہاد کیا۔

(اصحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیور، باب فضل من یصرع

فی سبیل اللہ فانت فهو مہاجر، رقم الحدیث: 22840/223)

پس اوجھوا کے قول سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی، جہاد، شہد اور کامیابی مراد ہے۔ اور یہ محسوس ہو کہ معاویہ اور اس کی جماعت جو اس جنگ میں شریک تھے ان سب کے لیے جنت کی گواہی ہے اور یہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ نے فرمایا: معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا وہ غبار جو حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر واقع ہوا وہ بھی عمر بن عبد العزیز سے ہزار گنا افضل ہے۔ (دلائل الاحیاء، 3/33)

پس مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ صحابہ سے امیر معاویہ اور ان کے مشن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر فرمائی کرے۔ اور جو صحابہ کا اختلاف مروی ہے مناسب نہیں ہے کہ اس کو ظاہر کیا جائے۔ ان کا یہ معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد ہے، بے شک وہی مہربان اور معاف فرمائے والا ہے۔

تَحَقَّتِ الزَّيْنَةُ



# اختلاف علی و معاویہ رضی اللہ عنہما

ترجمہ تصحیح العقیدہ فی باب امیر معاویہ

مصنف تاج الفحول حضرت شاہ عبدالقادر قادری بدایونی

مترجم: علامہ سید شاہ حسین گردیزی

عنوانات

ابتدائیہ: مولانا سید الحق قادری  
استفتاء

مخارجین کے تین گروہ

ائمہ دین کے اقوال

حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ

صحابی کا مرتبہ

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟

خون بہا میں تاخیر کا سبب

امام غزالی کا نقطہ نظر

ایک شبہ کا ازالہ

امام شعبی پر اعتراض کا جواب

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم

آخری گزارش

سبب تالیف

الجواب

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق

دونوں گروہ مسلمان تھے

حضرت معاویہ کے لیے دعا

قطعیات اور ظہنیت میں فرق

خلافت حضرت معاویہ

اختلاف صحابہ

عمر بن عبدالعزیز کا خوب

مولانا ناجی پر اعتراض

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے

لعنت یزید

تصدیقات علمائے بدایوں

ابتدائیہ

حضرت تاج الفحول محبت رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی کا شمار تیسری صدی میں برصغیر کے اجلہ علما میں ہوتا ہے۔ اپنے زمانے میں آپ امام وقت، مرجع علما، افتخار زمانہ، کاروان سنیت کے علم بردار اور قائلہ تصوف و سلوک کے سالار تھے۔

آپ کی ولادت بدایوں کے مشہور عثمانی خانوادے میں ۱۷۱۷ھ / ۱۸۰۷ء کو ہوئی، سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی آپ کے والد ماجد اور حضرت شاہ حسین الحق عبدالحمید قادری آپ کے جد محترم ہیں۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل جد محترم اور والد ماجد کے زیر سایہ طے کیے، معقول و منقول کی اعلیٰ تعلیم استاذ الاساتذہ مولانا نور احمد عثمانی بدایونی اور استاذ مطلق علامہ فضل حق خیر آبادی کی درس گاہوں سے حاصل کی۔ سند الحمد شین اشع جمال حنفی کی سے مکہ مکرمہ میں حدیث سماعت کر کے اجازت اور سند حدیث حاصل کی۔

اپنے والد حضرت سیف اللہ المسلمول سے اخذ بیعت کیا اور آپ کی زیر نگرانی سلوک کی منزل میں طے کیں، تکمیل سلوک کے بعد اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔

والد ماجد کے حکم اور اجازت سے مدرسہ قادریہ کی مسند درس و تدریس کو رفتی بخشی، ایک زمانہ آپ کی درس گاہ سے فیض یاب ہوا، حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد سہوانی اور استاذ العلماء علامہ محبت احمد قادری بدایونی جیسے اپنے زمانے کے اجلہ علما آپ کے تلامذہ و مستفیدین میں شامل ہیں۔

احقاق حق اور ابطال باطل کا جذبہ والد محترم سے ورثے میں پایا تھا، اپنے زمانے میں اٹھنے والے بدعتیہ گئی، گرم راہی اور گرم راہ گری کے تمام فتنوں کے مقابلے میں مسلک اہل سنت اور عقیدہ حق کی حفاظت و دفاع کا فریضہ ایسے حسن و خوبی سے انجام دیا کہ معاصر علما و مشائخ کی نظر میں آپ کا قرب، آپ سے نسبت اور آپ کی محبت سنیت کی علامت قرار پائی۔ نور العارفین سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری مارہروی قدس سرہ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”ہمارے دور میں سنیت کی شناخت محبت مولانا عبدالقادر صاحب سنیت ہے، ہرگز کوئی بد مذہب ان سے محبت نہ رکھے گا۔“

(تذکرہ نوری، تمام شہر قادری ص ۲۹، مبنی دارالاشاعت اہل پور پاکستان)



عربی، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں آپ کی تصانیف کا ذخیرہ موجود ہے، جس میں بہت سی کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور بعض ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء بروز اتوار آپ نے وصال فرمایا، درگاہ قادری مجیدی بدایوں میں والد گرامی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

مرتب رسالہ حضرت سید حسین حیدر جگنی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید ولد ار حیدر ابن سید عقیب حسین) خانوادہ برکاتیہ، رہبرہ مظہرہ کے چشم و چراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں ہال، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین و وارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاج دار مارہرو سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نورانی مارہروی قدس سرہ کے چوتھی زاد بھائی اور برادر شفیق تھے، سید شاہ آل عبا شیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العظماء حضرت احسن العلماء کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مظہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چہو ترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (جرح خاندان برکات و مدائح حضور نور)

آپ کے پر پوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول:

”آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج

تھا۔“ (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۱ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوی نے تاج الفحول کے رسالہ ”سیف الاسلام“ کا رد ”مطرقۃ الاسلام“ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوی صاحب کے جواب میں ”مصنم الاسلام“ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں۔ (سراج الموعود ص ۲۹، تذکرہ قادری ص ۲۹)

آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے مسئلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں زیر نظر رسالہ منظر عام پر آیا۔

یہ رسالہ ”تصحیح العقیدۃ فی باب امیر معلوۃ“ فارسی زبان میں محاربین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، جس کو سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع ماہ تاب ہند، میرٹھ سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی چشتی نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ”اختلاف علی و معاویہ“ کے نام سے محدثہ سورتی اکیڈمی، کراچی سے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا۔ ۲۰۰۹ء میں تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں نے حضرت تاج الفحول کے چار رسائل کا مجموعہ ”رد روافض“ کے نام سے شائع کیا تھا اس مجموعے میں بھی اس رسالے کو شامل کیا گیا۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالے میں موجود عربی و فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمے پر اکتفا کیا تھا، اس تیسری اشاعت میں عربی و فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمے پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

اس رسالے میں بیان کیے گئے تمام عقائد جمہور اہل سنت کے منتخب عقائد ہیں، انہیں عقائد پر سواد اعظم اہل سنت کی بنیاد قائم ہے، ماضی میں بھی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں سواد اعظم کے انہیں عقائد اور اسی مسلک کی مبلغ و ترجمان تھی اور آج بھی اس رسالے میں درج تمام عقائد کی صحت و حقانیت کے اعتراف کے ساتھ اسی مسلک سواد اعظم کی تبلیغ و اشاعت اور ترجمانی کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ فالحمد للہ

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ اس رسالے کو مفید و نافع اور تاریک دلوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ مصنف، مترجم اور ناشر کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے ان کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

سید الحق قادری

خانقاہ قادریہ، بدایوں۔ ۶ صفر ۱۴۳۳ھ/ ۲۰/ ستمبر ۲۰۱۲ء



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الكريم الوهاب، و الصلوة و السلام على من اوتى الفضل  
الخطاب، سيدنا و مولانا محمد الشافع المشفع يوم الحساب، و على اله خير  
ال و اصحابه خير اصحاب و على سائر الاولياء و الاحباب۔

### سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعلیم و تکریم دین مبین کے فرائض و واجبات  
سے ہے اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیوں کہ  
صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے  
ثابت ہے وہ اخبار مؤرخین جو سوائے اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں  
سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو  
مذہب اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوائے  
عقیدت ہی نہیں ان کے بارے میں اختلاف و ابانت آمیز گھلات استعمال کرتے ہیں اس لیے  
میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علما اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا  
اور ان سے جواب لے کر افادہ عام کے لیے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق  
عطا فرمائے اور اس کا خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے۔ (آمین)

اور اس رسالے کا نام ”صحیح العقیدۃ فی باب الایمان المعاوینہ“ رکھتا ہوں اور ناظرین سے امید  
رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی و خطا سے باز رہیں گے۔

و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

نقا

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

### استفتا

سوال: جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب  
مرتبوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کی تعلیم و تکریم کرنا  
یعنی لفظ ”رضی اللہ عنہم“ ان کے لیے لازم ہے یا طعن و تحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص ان حضرات کی  
تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

### الجواب

محاربین کے تین گروہ:-

جمہور محققین اہل سنت کے مذہب مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب  
معتدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین علیؓ کے محاربین کے تین  
گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جاتا۔ بہر حال ان  
تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ  
تھے جو کہ خطرہ مشترک سے ہیں اور حضور ﷺ کی زوجہ محبوبہ ام المومنین عائشہؓ ہیں ان کی فرض  
جدال و قتال نہ تھی بل کہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح و پیش نظر تھی، لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان  
تینوں حضرات کا رجوع معتد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خاصے اجتہاد کی ایک  
ثواب کی مستوجب ہے، پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع  
کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتہً درست نہیں ہے۔ جنگ صلحین کے محاربین کے سربراہ  
حضرت معاویہؓ اور عمرو بن عاصؓ ہیں ۱۱۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی  
اشہاد و میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل و قتل پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا  
اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الالٹا ہے۔

۱۔ امام سقانی ”تقریب البیہ“ کو کہا تا مار جاہل کی معتد کتاب ہے، میں فرماتے ہیں:

”عمرو بن عاصؓ اور علیؓ مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دو بار مصر کے حاکم

بنائے گئے آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔“



### صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق :-

ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے، لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعلیم و تکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری و لازمی ہے اس لیے شرعاً و دیناً و سنتاً و اخلاقاً جو عداوت نے ہوئی ہو فسق و عصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی رُفِعَ عَنْ أَقْسَى الْخَطَا وَالنَّسِيَانِ (میری امت سے خطا و نسیان کو اٹھالیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں و معاف ہیں یہاں کہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بل کہ عندالقدر باجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں سب ازہی کرنا اور ان کی تعلیم و تکریم سے رکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اخواننا بغوا علیہا لہم دے بھائیوں سے ہم پر بغاوت کی کہ اس سے زیادہ ہمیں جناب مرتضویؑ پر ظلم ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل ”احیاء العلوم“ ”ایاقیت“ ”الشرح فہم اکبر“ ”مرآۃ شرح مشکوٰۃ“ ”مجمع البحار“ ”صواعق مخرقة“ اور ”شفا“ قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ و سنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم و مجمل الفاظ ہیں جنہیں تسلیم و تنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد رکھنا دشمنی ہے۔ جمہور متحققین حضرات صوفیہ محدثین فقہاء اور متکلمین کا مذہب عقائد یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گم راہی ہے۔

### ائمہ دین کے اقوال :-

یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں:

امام مستقلانی ”تقریب البہدیب“ میں حضرت معاویہؓ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابو نعین کے بارے میں فرماتے ہیں

ابن صخر بن حروب بن امیہ ابن عبد الشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شہیر اسلام عام الفتح وفات سنة الثین و ثلاثین۔  
ابو سفیان بن صخر بن حروب بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف الاموی ابو سفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ ذرقانی ”شرح مواہب“ میں حضور ﷺ کے کاتبوں نے ان میں حضرت ابو سفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح و کان من المؤلفة ثم حسن اسلامه و روى عن النبی ﷺ و عنه ابنه معاویة و ابن عباس۔

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، پہلے مؤلفہ القلوب میں سے تھے، پھر بہترین مسلمان ہو گئے، احادیث رسول ﷺ کی روایت کرتے ہیں اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے روایت کی ہے۔

اور اسی میں ہے کہ

معاویة بن ابی سفیان بن صخر بن حروب بن امیہ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفہ سہابی رجب سنة ستین و قد قارب الثمانین۔

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حروب بن امیہ الاموی ابو عبد الرحمن الخلیفہ سہابی تھے، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتب وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا۔ تقریباً اسی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی حج میں لکھا کہ

عن ابن ابی علیہ کة قال اوتر معاویة رضی اللہ عنہ بعد العشاء برکعة و عنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صاحب رسول اللہ ﷺ۔

حضرت ابن ابی علیہؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے عشا کی نماز کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباسؓ کے ایک غلام بھی موجود تھے، جب حضرت ابن عباسؓ تشریف لائے تو انھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ”انھیں چھوڑ دے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔“

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

اند فقیہ الحدیث۔ (یہ حدیث کی کجھد کہنے والے ہیں)

تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے ارشاد کے مطابق آپ کا



صحابی و فقیہ و ناظر آپ پر اعتراض سے رکنا ثابت ہو گیا۔ جیہ اسلام کا محمد نذالی قدس سرہ ہو  
عناصے ظاہر و باطن کے اندر میں اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں جو کہ فن تصوف میں اپنی نظیر نہیں  
رکھتی فرماتے ہیں کہ

اعتقاد اہل السنة نزکیة جميع الصحابة و الشاء علیہم کما فی اللہ  
سبحانہ تعالیٰ و رسولہ ﷺ و ما جرى بین معاویة و علی کان  
مبنیاً علی الاجتهاد۔

اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور ان کی ایسی تعریف و توصیف  
کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کہ حضرت  
معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شافعی نے اپنی کتاب "الرداقت والجوہر فی بیان عقائد الاماہد" میں مشائخ کرام کے  
عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کیے ہیں،  
آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

المبحث الحادی و الاربعون فی بیان وجوب الکف عما شجر بین  
الصحابة و وجوب اعتقاد انہم ماجورون و ذلك لانہم کلہم عدول  
باتفاق اہل السنة سواء من لایس الفتن و من لم یلا بسہا کل ذلك  
احساناً لظن بہم و حملہم فی ذلك علی الاجتهاد فان فلك الامور  
عیناہ علیہ و کل مجتہد مصیب و ان المصیب واحد و المخطی  
معدور ماجور قال ابن الانباری لیس المراد بعد انہم ثبوت العصمة  
لہم و اما المراد قبول رواياتہم فی احکام دیننا من غیر تکلف  
بحث عن اثبات العدالة و طلب التزکیة و لم یثبت لنا شیء یفدح فی  
عدالتہم فینحن علی استصحاب ما کانوا علیہ فی زمن رسول اللہ  
ﷺ حتی یثبت خلافہ و لا یثبات الی ما یدکرہ بعض اہل السیر  
فان ذلك لا یصح و ان صح فله تاویل صحیح و کیف یجوز الظن  
فی حملة دیننا فینحن لم یاتنا خبر عن نبینا ﷺ الا بواستطاعتہم  
فمن ظعن فی الصحابة ظعن فی نفس دینہ فیجب سد الباب جملة لا

بینہما الخوض فی معاویة و عمرو بن العاص و آخر یہا و لا یتغنی  
الاغترار بما نقلہ بعض الروافض من اہل البیت من کراہتہم فان  
مثل هذه المسئلة نزاعاً دقیق و لا یحکم فیہا الا رسول اللہ ﷺ  
فانہا مسئلة نزاع بین اولادہ و اصحابہ رضی اللہ عنہم قال الکمال  
بن ابی شریف و لیس المراد بما شجر بین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
و معاویة رضی اللہ عنہ المنازعة فی الامارة کما توہمہ بعضہم و  
اما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای علی ان  
تأخیر تسلیمہم اصوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب امر الامة و  
رای معاویة الی ان المبادرة للاقتصاص منہم اصوب فکل منہما  
مجتہد ماجور فہذا هو المراد بما شجر بینہم۔

اکتا لیس ویں بحث مشاہرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔  
اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عند اللہ ماجور ہیں اور بہ اتفاق اہل سنت  
تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور  
ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بڑے گمان  
کا حساب لیا جائے گا اس لیے کہ ان امور کا نشان حضرت پر عیب جوئی کرنا ہے اور  
یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دواجر پائے گا اور ظلمی معذور و ناجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد  
نہیں بل کہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی بحث کے  
تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر  
کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو  
ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی محبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا  
ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لیے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی  
ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ  
ﷺ سے دین لے کر ہم تک پہنچانے والوں) پر ظعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو



کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع راز و نه کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو کثیر بعض روافض سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیوں کہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا رقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور ﷺ کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لیے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت و مامارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلاف منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعمیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عند اللہ ماجور و مثاب ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا نشانے اختلاف یہی تھا۔

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں:

و اما قتالہ الطلحة و الزبیر و عائشة و معاویة رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فقد نص الامام احمد رحمة اللہ تعالیٰ علیہ علی الامساک عن ذلك و جمیع ما شجر بیہم من منازعة و منافرة و خصومة لان اللہ تعالیٰ یزیل ذلك من بینہم یوم القیامة کما قال عز من قائل: و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین و لان علیاً رضی اللہ عنہ کان علی الحق فی قتالہ لانه کان یعتقد صحة امامتہ علی مابینا من اتفاق اهل الحل و العقد من الصحابة رضی اللہ عنہم علی امامتہ و خلافہ فمن خرج عن ذلك و ناصبہ حریا کان باغیا خارجاً علی الامام فجاز قتالہ و من قاتلہ من معاویة و طلحة و الزبیر رضی اللہ عنہم طلبوا ثار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ حق المقتول ظلماً و الذین قتلوه کانوا فی عسکر علی رضی

اللہ عنہ فکل ذہب الی تاویل صحیح فاحسن احوالنا الامساک فی ذلك و امرہم الی اللہ عزوجل و هو احکم الحاکمین و خیر الفاصلین و الاشتغال بعیوب انفسنا و تطہیر قلوبنا من امہات الذنوب و ظواہرنا من موبقات الامور و اما خلافة معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فتأبئة صحیحہ بعد موت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بعد خلع الحسن بن علی نفسه من الخلافة و تسلیحہا الی معاویة رضی اللہ عنہ لرای راہ الحسن رضی اللہ عنہ و مصلحة عامة تحققت له و ہی حقن دماء المسلمین و تحقیق لقول النبی ﷺ فی الحسن رضی اللہ عنہ ابنی هذا سید یصلح اللہ بین فتنین عظیمین من المسلمین فوجبت امامتہ بعقد الحسن له لسمی عامہ عام الجماعة لارتفاع الخلاف بین الجميع و اتباع الكل لمعاویة لانه لم یکن هناك منازع ثالث فی الخلافة و خلافة مذکورة فی قول النبی ﷺ و هو ماروی عن النبی ﷺ تدور رحی الاسلام خمساً و ثلاثین سنة او ستاً و ثلاثین او سبعاً و ثلاثین و المراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین و الخمس سنین الفاضلة عن الثلاثین فهو من جملة خلافة معاویة الی تمام تسعة عشرة سنة و شہور لان الثلاثین کملت لعلی رضی اللہ عنہ علی ما بینا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف اسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرمادے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے: و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آئے سائے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیوں کہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل و عقد اتفاق فرما چکے تھے،



اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قیادہ اپنی گردن سے اتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا۔ یہ کہ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لیے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لیے یحیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور ربی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن کی خلافت سے دست برداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سوئپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ غور و فکر کے بعد مصلحت عام کو پیش نظر دیکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خون ریزی سے بچا کر حضور ﷺ کی پیشین گوئی پر پورے اتر آئے کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت واجب ہو گئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو "عام الجماعت" (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لیے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعویٰ دار تھا بھی نہیں۔

حضرت معاویہ کی خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال تک چلتی رہے گی" اس حدیث میں چکی سے مراد دین کی قوت ہے اور تیس سال سے پانچ سال جو زندہ ہیں ان سے حضرت معاویہ کے انیس سالہ زمانہ خلافت کے پانچ سال مراد ہیں، کیوں کہ تیس سال حضرت علی کی خلافت تک مکمل ہو چکے تھے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة على وجوب الكف فيما شجر بينهم و الامساك عن مساويهم و اظهار فضائلهم و محاسنهم و تسليم امرهم الى الله عز وجل على ما كان و جرى اختلاف على و طلحة و الزبير و عائشة و معاوية رضوان الله عليهم اجمعين على ما قدمنا بيانه و اعطاء كل ذي فضل فضله كما قال الله عز وجل: و الذين جاءوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا و لاهوانا الذين سبقونا بالايمن و لا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤوف رحيم۔ و قال الله: تلك امة قد خلت لهما ما كسبت و لكم ما كسبتهم و لا تستلثون عما كانوا يعملون۔ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اور ان کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل و محاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحب فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

"اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

"یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ کچھ تم سے نہ ہوگی۔"

"تغیۃ الطالین" میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں ہم ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا۔



جب میرے صحابہ کا ذکر ہوتا اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو!

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و اياكم و ما شجر بين اصحابي فلو انفق احدكم مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم و لا نصفه۔

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو! تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پاسکتا بل کہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسيوا اصحابي فمن سبهم فعليه لعنة الله۔

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبى لمن رانى و من رانى من رانى۔

اس آدمی کے لیے خوش خبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھ کو دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

ان الله عز وجل اختارنى و اختار لى اصحابى فجعلهم النصارى و جعلهم الصهارى و انه سيجى اخر الزمان قوم ينقصونهم الا فلا تواكلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تناكحوهم الا فلا تصلوا معهم و لا تصلوا عليهم عليهم حلت اللعنة۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو، پس انھیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا، مگر قریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار! ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلما ہوگی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

لا يدخل النار احد ممن بايع تحت الشجرة۔

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

اطلع الله على اهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم۔

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا: تمہیں معاف کر دیا ہے، اب جو چاہو کرو!

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ

اصحابي كالنجوم فلاهم اقتديتم اهتديتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بربک سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

من مات من اصحابي بارضى جعل شيعته لاهل تلك الارض۔

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شیعہ ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحاب رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہل ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شافعی فرماتے ہیں کہ

و من توفيره عليه السلام و بره توفير اصحابه و برهم و معرفة حقهم و

الاقتداء بهم و حسن الثناء عليهم و الامساك عما شجر بينهم و

معاداة من عاداهم و الاضرار عن اخبار المؤرخين و جهلة الرواة و

ضلال الشيعة و المنعة عين الفاحشة في احد منهم و ان يلتمس لهم

فيما نقل من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات و

يخرج اصوب المخارج انهم اهل لذلك و لا يذكر احد منهم يسوء

و لا يلغض عليه امراً بل يذكر حسناتهم و فضائلهم و حميد سيدهم



و يسكت عما وراء ذلك كما قال: اذا ذكر اصحابي فامسكوا۔  
 حضرت علیؓ کی تعظیم و تکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی ابتدا کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف و توصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مؤرخین کے اقوال گم راہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سرو پا روایتوں سے احتراز کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بل کہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو! آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافي ابن عمران ابن عمر بن عبد العزيز عن معاوية فغضب و قال لا يقاس باصحاب النبي ﷺ احد معاوية صاحبه و صهره و كتابته و امته علي و حبيبه الخ  
 ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عمر بن عبد العزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں، رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں، کاتب رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللہ عنہ کان هو المصیب الحق و الطائفة الاخری اصحاب معاوية كانوا بغاة مناولین و فیہ التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان و لا یفسدونی و هذا مذهبنا و مذهب موافقینا۔

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق و صواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں

گروہ مومن ہیں اور اس جدال و قتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔  
 اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

و اعلم ان الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بدخلة في هذا الوعيد و مذهب اهل السنة و الحق احسان الظن بهم و الامساك عما شجر بينهم و تاويل قتالهم و انهم مجتهدون متاولون لم يقصدوا معصية و لا محض الدنيا بل اعتقد كل فريق انه الحق و مخالفه باغ فوجبت عليه قتاله ليرجع الى امر الله و كان بعضهم مصيبا و بعضهم مخطيئا معذورا في الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطا لا اثم عليه و كان علي رضي الله عنه هو الحق المصيب في تلك الحروب هذا مذهب اهل السنة۔

جاننا چاہیے کہ وہ خون ریزی جو صحابہؓ کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال و قتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لیے نہیں کیا بل کہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک پر اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تا کہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے، لیکن معذور فی الخطا تھے اس لیے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ”یا عمار فقتلک فنة الباغية“ (اے عمار! تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

قال العلماء: هذا الحديث حجة ظاهرة في ان عليا كان محقا مصيبا



و الطائفة الاخرى بغاية لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم لذلك كما قد  
منه في مواضع۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اسابت اور حق پر ہونے اور  
دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چوں کہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس  
لیے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی  
ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں تو قیصر صحابہ اور جاہل منور نہیں کی مقلد روایات طعن و تشنیع  
سے عدم التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله محامل و تاویلات  
و هو ان كلا اداه اجتهاده الى ان الحق ما فعله فتعين عليه و ان كان  
اخطاء كمعاوية مع علي فانه مصيب باتفاق اهل الحق و معاوية  
ما جور و ان اخطا۔

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محال اور تاویلات ہیں  
اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا، اگرچہ اس میں غلطی بھی  
ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالانکہ یہ اتفاق  
اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھے، لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود  
عند اللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور ﷺ کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:  
منها ان اصحابه كله عدول بتعديل الله تعالى و تعدله عليه السلام  
لطواهر الكتاب نحو: محمد رسول الله و الذين معه الآية، و السنة  
فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الاباري و غيره و اشار اليه بقوله  
فلا يبحث عن عدالة احد منهم في شهادة و لا رواية كما يبحث عن  
سائر الرواة و غيرهم لانهم خير الامة و من طرد منهم قاذح كسروقة  
و زنا عمل بمقتضاء و لكن لا يفسقون بما يفسق به غيرهم كما  
ذكره جلا المحلي في شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم و

شهاداتهم و لو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدها۔

تمام صحابہ تعدیل الہی اور تعدیل حضور ﷺ کے ساتھ عادل ہیں جس کا ثبوت ظواہر  
کتاب و سنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد رسول الله و  
الذين معه الآية، تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الاباری نے اس  
طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت  
اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ یہ خیر الامت ہیں اور جن  
حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضائے بشری پر قبول کیا  
جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں  
کہا جاسکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے  
افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے  
کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے:-

علامہ زرقانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح دانی حدیث کی  
شرح میں لکھا ہے کہ

و فيه انه لم يخرج احد من الطائفتين في تلك الفتنة بقول او عمل عن  
الاسلام اذ احدهما مصيبة و الاخرى مخطئة و كل منهما ماجور۔  
اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج  
ہوا، مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا غلط تھا اور دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دست برداری کی اصل وجہ:-

علامہ تفسیر فی شرح بخاری باب علامات النبوة میں حدیث و لعل الله بصلح به فتنين  
من المسلمين (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے  
گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ

فتنيتان اي الطائفتين طائفة معاوية بن ابي سفيان و طائفة الحسن و  
كانت اربعين الفا يابغوه على الموت و كان الحسن احق الناس لهذا



الامر لدعاه و رعه الي ترك الضلک و غية فيما عند الله و لم يكن ذلك لعله و لا لقله و قوله من المسلمين دليل على انه لم يخرج احد من الطائفتين في تلك الفتنة من قول او فعل عن الاسلام اذ احدى الطائفتين مصيبة و الاخرى مخطيئة ماجورة۔

تلمیذ سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے، جنہوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حق دار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اُن کے ورع و تقویٰ اور رخصت مع اللہ نے انہیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کم زوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ المسلمین اس بات کی دلیل ہے کہ اس وقت میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی تو لا اور فعلاً اسلام سے خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا قتل ہے، لیکن عند اللہ دونوں باجور و مشاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لیے دعا:-

حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اے اللہ! تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے!“

اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارباب ان دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن كان هكذا حاله كيف يوتاب في حقه۔

بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے بارے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ:-

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے

لکھتے ہیں کہ

سئل لابن المبارك ايهما افضل معاوية او عمر بن عبد العزيز فقال الغبار البلى دخل في انق فر من معاوية مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم خير من مثل عمر بن عبد العزيز كذا كذا مرة۔

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے۔

قطعیّت اور ظنیّت میں فرق:-

بزمہ اہب میں ہے کہ

اجمع اهل السنة والجماعة على وجوب تعظيم الصحابة و المكف عن ذكرهم الا بخير لما ورد من الآيات و الاحاديث في فضائلهم و مناقبهم و وجوب الكف عن الطعن فيهم عموماً۔

اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لیے کہ آیات و احادیث ان کے فضائل و مناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کو روکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

و ما نقله ارباب السير في بعضهم كمعاوية و عمرو بن العاص و مغيرة بن شعبه و غيرهم رضى الله عنهم يغمض عنه و لا يسمع اذ فضل صحبتهم مع النبي صلی اللہ علیہ وسلم قطعي و ما نقل ظني فلا يزاحم القطعي و ايضاً فقد قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذكر اصحابي فامسكوا و الواجب على كل من سمع شيئاً من ذلك ان يلبث فيه و لا ينسبه الى



احدهم لمجرد رواية في كتاب او سماعة من شخص بل لا بد ان يبحث عنه حتى يوضح عنده نسبتہ الى احدهم فحينئذ الواجب ان يلتزم لهم احسن التاويلات اصول المختار ج اذ هم اهل للثبوت و ما وقع بينهم من المنازعات و المحاربات فله معامل و تاويلات۔

ارباب سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لیے کہ ان کی فضیلت صحبت مع النبی ﷺ قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال قطعی ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے حرام نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سنے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اسے درست تخریج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

### خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟۔

اسی طرح صاحب خزائن اب امامین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ فتلخص ان معاویہ رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنہ خلیفہ و اما کان خلیفہ حق و امام صدق بعد علی رضی اللہ عنہ عند تسلیم الحسن رضی اللہ عنہ امر الخلافة له و ان هذا التسليم لم یکن اضطراراً بل اختیاریاً و انه لم يستحق الشین و الطعن و لا یباح له السب و اللعن فالطاعن فيه مطعون طاعن فی نفسه و دینہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بل کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ

برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دست بردار ہونا اضطراری نہیں بل کہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بل کہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقة" میں فرماتے ہیں کہ

و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ان ماجری بین علی و معاویہ من الحروب فلم یکن لمنازعة معاویہ لعلی رضی اللہ عنہ فی الخلافة للاجماع علی حقیقتها لعلی فلم تهبج الفتنہ بنسبها و انما حاجت بسبب ان معاویہ و من معه طلبوا من علی تسلیم قتلة عثمان رضی اللہ عنہ الیہم لکون المعایرة ابن عمہ فامتنع علی ظنا منه ان تسلیمهم الیہ علی الفور مع كثرة عشائهم یؤدی الی اضطراب و تزلزل فی امر الخلافة۔

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو نزائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ احتمالی خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بل کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظام حکومت تذبذب کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقة" کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ و من اعتقاد اهل السنة و الجماعة ایضاً ان معاویہ رضی اللہ عنہ لم یکن فی ایام علی رضی اللہ عنہ خلیفہ و غایۃ اجتہادہ ان کان له اجر واحد و اما علی رضی اللہ عنہ فکان له اجران اجر علی اجتہادہ و اجر علی اصابته بل عشرة اجوز۔



اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ انھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بل کہ دس اجر میں گے۔

#### خلافت حضرت معاویہؓ

”صحیح بخاری“ کی دو حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں گے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی ”صواعق محرقہ“ میں فرماتے ہیں:

فكان توجيهه عليه السلام لوقوع الاصلاح بين الفئتين من المسلمين فيه دلالة على صحة ما فعله الحسن رضي الله عنه و علي انه مختار فيه و علي ان تلك الفوائد الشرعية و هي صحة خلافة معاوية فالحق ثبوت الخلافة لمعاوية من حيثئذ و انه بعد ذلك خليفة حق و امام صدق كيف و قد اخرج الترمذي و حسنه عن عبد الرحمن بن ابى عميرة الصحابي عن النبي ﷺ انه قال لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا و اخرج احمد في مسنده عن العرابي ابن سارية سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللهم علم معاوية الكتاب و الحساب و فيه العذاب فتأمل دعاء النبي ﷺ في الحديث الاول بان الله يجعله هاديا مهديا الحديث حسن فهو مما يحتاج به علي بفضل معاوية و انه لا ذم يلحقه بتلك الحروب لما علمت انها كانت بغية علي اجتهد لان المجتهد اذا اخطأ لا يلام عليه و لا ذم يلحقه بسبب ذلك لانه معذور و لذا كتب له اجر و مما يدل بفضله ايضا الدعاء له في الحديث الثاني و لا شك ان دعاءه ﷺ مستجاب فعلمنا منه انه لا عقاب علي معاوية فيما فعل بل له الاجر كما تقرر و قد سمي النبي ﷺ فئة مسلمين فدل على بقاء حرمة الاسلام و انهم فئتان

علي حد سواء فلا فسق و لا نقض يلحق احد بهما لما قرناه و فئة معاوية و ان كانت باغية لكنه بغى لا فسق۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوتا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرار دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہم اجعله هاديا مهديا (اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی سند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرابی بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا“

جہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے۔ یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جاسکتی کیوں کہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر مقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لیے دعا فرما رہے ہیں اور دعائے رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں فئتين من المسلمين کا لفظ ہے جو ان کے اسلام کی بظاہر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علاحدگی میں برابر ہیں کسی کی تہنیت و تهنيتیں درست نہیں۔ اگرچہ



حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا، لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقة" میں فرماتے ہیں:

و اما ما يستباحه بعض المبتدعة من سبه و لعنه فله فيه اسوة ابي اسوة  
بالشيخين و عثمان و اكثر الصحابة فلا يلتفت لذلك و لا يقول عليه  
فانه لم يصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم الله و خذلهم اقبح  
اللغة و الخذلان و اقام على رؤسهم من سيوف اهل السنة ما  
وضح الدلائل و البرهان۔

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ "جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر لعنت  
تکبھی اس کے لئے طریقہ ہے۔" یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے  
ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے  
لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی  
تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

### خون بہا میں تاخیر کا سبب:-

علامہ ابن ہمام "مسارۃ" میں فرماتے ہیں:

و ما جرى بين معاوية و علي رضي الله عنه كان مبنياً على الاجتهاد  
و لا منازعة من معاوية اذ ظن علي رضي الله عنه ان تسليم قتلة  
عثمان مع كثرة عشائره و اختلاطهم بالعسكر يزدى الى  
اضطراب امر الامامة خصوصاً في بدايتها و التأخير اصوب الى ان  
يتحققوا التمكن منه و ينقطعهم فان بعضهم عزم على الخروج على  
و قتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان علي ما نقل  
في القصة من كلام الاشتر النخعي ان صح۔ والله اعلم۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں،  
اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلان عثمان بڑے قبیلہ والے ہیں اور  
فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کارروائی سامنے آتی ہے تو اس سے

نظام خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لیے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ  
ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیوں کہ اکثر شخصی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل  
کے دن حضرت علی نے آمیزہ دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علاحد ہو جائیں تو ان  
لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

### اختلاف صحابہ:-

"شرح عقائد کبیری" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ

و ما وقع من المخالفات و المحاربات لم يكن من نزاع في خلافة بل  
عن خطأ في الاجتهاد۔  
ان میں جو جنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ احتقاق خلافت میں نہیں تھیں بل کہ خطائے  
اجتہادی تھیں۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله بل عن خطأ في الاجتهاد فان معاوية و حذابه بغوا عن طاعته  
مع اعتراضهم بان افضل اهل زمانه و انه الاحق بالامامة بشبهة هي  
ترك القصاص عن قتلة عثمان رضي الله عنه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے  
باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حق دار ہیں قاتلین عثمان سے  
قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کر دی۔

علامہ قاری "شرح فقہ اکبر" میں لکھتے ہیں:

لا تذكر الصحابة الا بخير يعني و ان صدر من بعضهم بعض مافي  
صورة شر فانه اما كان عن اجتهاد او لم يكن علي وجه فساد من  
اصرار و عناد بل كان رجوعهم عنه الي خير معاوية علي حسن  
الظن بهم بقوله عليه السلام: خير القرون قرني۔ و بقوله عليه  
السلام: اذا ذكر اصحابي فامسكوا و لذا ذهب جمهور العلماء الي  
ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان رضي الله عنه و علي رضي



اللہ عنہ و کذا بعدہا و لقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتہم اہتدیتم۔ رواہ الدارمی وابن عدی وغیرہما۔ قال ابن دقین العید فی عقیدتہ ما نقل فیما شجر بینہم و اختلفوا فیہ قمہ ما ہو باطل و کذب فلا يلتفت الیہ و ما کان صحیحاً اولئاء تاویلا حسنا لان الشاء علیہم من اللہ سابق و ما نقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل و المشکوک و الموهوم و لا یبطل المحقق و العلوم۔

صحابہ کا ذکر خیر ہی کر دیا اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ باتو اجتہاد کی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد فساد و عتائ نہیں بل کہ ان حضرات سے حسن ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے کیوں کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سب سے بہتر زمانہ میرا ہے“ اور مزید ارشاد فرمایا کہ ”جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو“ اسی لیے جمہور علما کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام کمال عثمان اور اختلاف علی و معاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جسے داری اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ”میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پا جاؤ گے۔“ علامہ ابن دقین العید فرماتے ہیں کہ ”مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قاضی اعتنا ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف و توصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یہ منقول ہیں وہ قابل تاویل ہیں اس لیے کہ محقق و معلوم کو شکوک و سوہوم چیز باطل نہیں کر سکتی۔

ملا علی قاری ”شرح فقہ اکبر“ میں فرماتے ہیں:

و اما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علی رضی اللہ عنہ و الخروج معه الی المحاربة و من محاربة طائفة منهم کما فی حرب الجمل و الصفین فلا يدل علی عدم صحة خلافته و لا علی تضلیل مخالفیہ فی ولائہ اذ لم یکن ذلك عن نزاع فی حقیة امارتہ بل کان عن خطاء فی اجتہادہم حیث انکروا علیہ ترک القوم من

قتلہ عثمان رضی اللہ عنہ و المخطی فی الاجتہاد و لا یصل و لا یفسق علی ما علیہ الاعتماد۔

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد و نصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل و صفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گم راہی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اختلاف و نزاع آپ کی امارت و خلافت کے حق و باطل میں نہیں تھا بل کہ اختلاف قاطعان عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا، لہذا ”مقدمہ قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گم راہ کہا جائے گا نہ فاسق۔

اسی ”شرح فقہ اکبر“ میں ہے کہ

و قد کان امر طلحة و الزبیر خطاء غیر انہما فعلا ما فعلا عن اجتہاد و کان من اهل الاجتہاد فظاہر الدلائل توجب انقصاص علی قتل العمد و استیصال شان من قصد دم امام المسلمین بالاراقہ علی وجه الفساد فاما الوقوف علی الحاق التاویل بالفساد بالصحیح فی حق ابطال المؤاخذہ فہو علم خفی فاز بہ علی کما ورد عن النبی ﷺ انہ قال لہ انک تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التزیل و قد ندما علی ما فعلا و کذا عائشہ رضی اللہ عنہا ندمت علی ما فعلت و کانت تبکی حتی تبل خمارها ثم کان معاویہ رضی اللہ عنہ مخطیاً الا انہ فعل ما فعل علی تاویل فلم یضر بہ فاسقا و اختلف اہل السنۃ و الجماعة فی تسمیۃ ہذا لثمنہم من امتنع من ذلك و الصحیح قول من اطلق لقولہ علیہ السلام لعمار: تقتلک الفیۃ الباغیۃ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا حضرت علی سے جنگ کرنا تھا تو خطا گروہ حضرات مجتہد تھے، انھوں نے جو کیا اپنے اجتہاد میں کیا۔ کیوں کہ دلائل شرع کا ظاہر قتل عمد پر قصاص کو واجب قرار دیتا ہے۔ نیز اس بات کو بھی واجب قرار دیتا ہے کہ جس نے فتنہ و فساد کے ذریعے ام المسلمین کا خون بہانے کی جرات کی اس کے



نہتے کو جز سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ یہ آگاہی کہ تاویل فاسد و مآخذہ (دین) انھار دینے میں (عند الشریع) تاویل صحیح کے مساوی تھری ہے تو یہ وہ علم خفی تھا جو حضرت علی کے حصے میں آیا تھا۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ ”تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے“ چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کیے پر نام لکھے اور حضرت عائشہ بھی پہنچتی تھیں اور آثار میں کہ وہ پتہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ غامض تھے، مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف کیا بعض نے اس سے رد کیا، لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ”تکمیل الایمان“ میں فرماتے ہیں:

و نکف عن ذکر الصحابة الا بهخیر روش اہل السنۃ و جماعت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نمی کنند و سب و شتم و اعتراض و انکار برایشان نکند و بالایشان بہ راہ سوی ادب نروند از بہت نگاه داشت صحبت آن حضرت علی رضی اللہ عنہ و درود فضائل و مناقب ایشان و آیات و احادیث گویا۔

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طر بقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوے ادبی نہ کی جائے، کیوں کہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و حدیث میں بہ کثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی ازایشان مشاجرات و محاربات و تفصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی و رعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آن اخبار از اہل اغماض و رزق و تغافل کنند و گفتہ باشند و شنیدہ باشند انکار و ردزیرا کہ صحبت ایشان با پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یقینی است و نقل ہای دیگر ظنی و ظن بالیقین معارض گروہ یقین بہ ظن متروک مگر وہ و ہا جملہ سرحد دار السلام و سہام معاویہ و عمر بن العاص و غیرہ بن شعبہ و اشباہ و امثال ایشان است

ہر کہ بہ راہ اتباع مشائخ سنت و جماعت او گو کہ زبان را از سب و لعن ایشان بہ بندد و اگرچہ بہ بہت تصور بعضی امور کہ قدر مشترک از اہل سرحد تو اثر رسیدہ است باطن را کہ دورنی و خاطر را و حسی دست دہد با وجود و سلامت در اعلیٰ غرض و کف از ایشانست و در آثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر المومنین اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران بہ حال وی ترحم آورد و گفت سبحان اللہ من می دانم کہ وہ مسلمان بود و مسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال دے چنین شد حضرت امیر ولایت چناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وہی بنور مسلمان است و ہا جملہ بے لعن درایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از اہل یہ خصوص قرآن ثابت است و لا بدعت و فتن بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات و محاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق و تفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیوں کہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دار السلام پر آپا حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور غیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حد تو اثر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت و جماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آگیا اور کہنے لگا: سبحان اللہ! میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن و طعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر شہت لگائی جائے معاذ اللہ عن ذلک ان کی طہارت خصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت و فتن ہے۔



اسی میں آگے فرماتے ہیں:

وبعد از وی ملی مرتضیٰ خود متعین بود پس وے کرم الله وجهہ بہ اجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق و امام مطلق شد و زمانے و خلافت کے از مخالفان در زمان خلافت وی بہ وجود آمد نہ در استحقاق خلافت و حق امامت بود بل کہ غشای آس لگی و خروج و خطا و اجتہاد کہ قبیل عقوبت کا اعلان عثمان باشد اور جس معاویہ کا کثرت بر آں آمد نہ کہ نہ وہ حقوبت باید کرد ملی و صحابہ دیگر بہ تاخیر آں رفتند۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حق دار ہونے کی بنا پر) خود بہ خود خلیفہ متعین ہو گئے۔ آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دور خلافت میں ہوا اور استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بل کہ اس بغاوت و خروج کا غشا اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث "روضة الاحباب فی سیرۃ النبی والاولیاء والاصحاب" میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نمائند کہ مخالفت و مخالفت کہ میان بعضی از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت و جماعت محمول براین است کہ عن اجتہاد و بدلائن نفسانیت و ہمہ آں ہا قابل تاویلات و محال صحیحہ است و بر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل توہم و تاویل مستقیم باشد گویم اس مخالفت و مخالفت منقول ست از ایشان بہ طریق اخبار آحاد و اکثر آں ہا اغواف و جائزۃ الکذب است و صلاحیت معارضہ بہ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آں است کہ بہ حسب آں اخبار جسارت بہ طعن اصحاب جناب نبوت مآب کہ آں طعن موجب جسارت است ہوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب و سنت بہ اخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید و از تمہیدات و وعیدات کہ از صاحب شرع بہ ثبوت پیوستہ بر خدو باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت و مخالفت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بل کہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و جسارت) کی تمام روایات تاویلات محال صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگرچہ ان میں بعض روایات ایسی بھی

ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی، لیکن میں کہتا ہوں: اول تو یہ باتیں بہ طریق اخبار آحاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیات قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار و روایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ ان حضرات پر طعن و تشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر چھوٹی کی خبروں سے کتاب و سنت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابو الفضل توربشتی "المعتمد فی المنقذ" میں تو قیر صحابہ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

وآں چہ ہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بہ نظر تعلیم بدیشان نگرید و بیچ حال زبان طعن و رایشان دراز نکند کہ رسول اللہ ﷺ امامت را ازین قندہ تخریر کردہ است و گفتہ از خدا ترسید در حق اصحاب من پس از من ایشان را نشانہ تکفید کہ بدان خدائے کہ در رائے جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی از شما شغل کوہ احد ز خرچ کند یعنی در راہ خدا نیک مدطعمی کہ یکے از ایشان خرچ کردہ باشد ز مسد بہ ہمہ آں، و شیطان از طریق ہوا و تھب مردم را تسویل کند کہ خصومت ایشان مع بعضی از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است چہ ایشان بعد از رسول ﷺ سیرت بگردانیدند و ہا یک دگر منازعت گردید نہ بجائے رسید کہ خوں ہارینیتہ شد و ایں مسلمان کہ بدین قندہ ہاجتلا گشتہ است اول باید کہ بدانند کہ از ایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیاء کہ معصومانہ بل کہ خطا برایشان روا بود اگرچہ خدا تعالیٰ ایشان را بہ شرف صحبت و غیرہ ﷺ گرامی کردہ بود بل یکے از ایشان چون در گناہے افتادے مصرعہ سے وزود ہا حق گردیدے و بدانند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بہ گناہ کا فر نشود و دلیل آں بعد ازین گفتہ شود و چون کا فر نشود ضرورۃً مومن باشد و سب فساق اہل ایمان روا نیست کلیف صحابہ کہ باری تعالیٰ بر عموم ایشان شفا گفتہ است و رسول ﷺ بہ حفظ و حرمت ایشان وصیت فرمودہ و از قندہ در ایشان زجر بلایع کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیز ہا پیدا شد کہ ذکر



آں نیکو باشد شہیدان ایشان را بہ بدی یاد ملکید کہ حق تعالی بہ برکت صحبت من  
آں بار از ایشان در گزارند و در این باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لیے لازمی ہے کہ صحابہ کرام کو بہ نظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں  
بھی ان انھوں قدسہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے  
اس فتنہ سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے صحابہ کے بارے میں  
اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم  
ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دو  
بھی اس اجر و ثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے۔“  
شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابہ  
کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر  
آگیا تھا آپس میں جنگ کی، خون ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہ ہر کیف آدمی تھے  
فرشتے نہ تھے اور منصب نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان  
سے خطا تو ہو سکتی ہے، لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار  
ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف  
ماٹل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے  
سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عن قریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً  
مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب دشتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی  
برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی  
عزت و حرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا:  
میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا، لیکن تم لوگ ان پر کتہ چینی نہ  
کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطہ نظر:-

امام غزالی رحمہ اللہ ”کیا یہ سعادت“ میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

پس یہ آخر ہمہ رسول ﷺ پر خلق فرستاد و نبوت دی بہ درجہ کمال رسانید کہ کچھ  
زیادت را تاں راہ نمود بہ این است اور خاتم انبیاء کر دو کہ بعد از وی کچھ تغیر نہ باشد و ہمہ  
خلق را از جن و انس بہ متابعت او فرمود و وہ اور ہمہ سید بن خیراں کر و انید و یاران و اصحاب  
اور اہمترین یاران و اصحاب دیگر پیغامبران کر و صلوات اللہ علیہم اجمعین۔  
اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لیے  
مبعوث فرمایا اور مقام نبوت میں دو کمال عطا فرمایا جس سے زیادتی کا تصور بھی نہیں  
کیا جاسکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر پیچھا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ تمام  
جن و انس کو آپ کی اطاعت و متابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور  
دوسرے انبیاء کے کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبد العزیز کا خواب:-

نیز امام غزالی رحمہ اللہ ”کیا یہ سعادت“ میں احوال مردماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ  
عمر بن عبد العزیز مکیوید رسول ﷺ کا خواب دیدیم یا ابو بکر و عمر فرشتے چوں پایشان  
نقشہ تمام گاہ علی و معاویہ را بنیاد و دند و در خانہ فرست دند و در مستند و روقت علی را دیدیم کہ  
چرون آمد و گفت قطعی لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرآئہا دند پس براوردی  
معاویہ چرون آمد و گفت غفولی و رب الکعبۃ مرا نیز غفور دند و پیامبر زیدند۔

عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں  
دیکھا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس  
محل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک  
مکان میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا قطعی لی و  
رب الکعبۃ (واللہ امیر الحق ثابت ہو گیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور  
فرمایا غفولی و رب الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم! مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خبر کا وہ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رعایت میں خطاب ہونے کے باوجود معذور اہل کہ جمہور

اہل سنت کے نزدیک فتنہ سے انتہائی کی وجہ سے ناجور و مشاب ہیں۔ اس باب میں مؤرخین کی  
اشارتیں اور کتبے ب مروجہ ہیں، اہل حق ان کو تسلیم بھی کریں تو بھی حضور علیہ السلام کی شرف محفل

اور حضور ﷺ کے وعدہ کے مطابق صحابہ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

**ایک شبہ کا ازالہ:-**

اگر کوئی یہ کہے کہ ”تحفہ اشاعریہ“ (تھیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ) میں ردائیں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

**سوال:** جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی و مصلوب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟

**جواب:** اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے، مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطا و اجتہادی ہوتی تھی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ”تحفہ اشاعریہ“ میں شاہ صاحب کا مخاطب فرقہ مخالف سے ہے۔ اس لیے اسے مبنی برحتزل سمجھا جائے گا، ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ”ازالیہ الاختلاف“ کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ ”تحفہ اشاعریہ“ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب ”ازالیہ الاختلاف“ میں فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رحمہ اللہ علیہ ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔ اس پر قصہ اہل تہلیل کی طرح میزان شرع میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے ”مکتوبات“ میں جو قول نقل کیا ہے، شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے ”مکتوبات“ میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ”مکتوبات“ جلد ۱، مکتوب نمبر ۱۵۵ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت و احترام سے کرنا

چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحاب و اختارنی منہم اصهاراً و انصاراً فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ و من اذانی فیہم اذاہ اللہ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لیے مددگار اور رشتہ داری کے لیے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت و تکلیف دی اللہ تعالیٰ اسے اذیت و تکلیف دے گا)

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من سب اصحابی فعلیہ لعنة اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان اشرار اُمَّتِی اَجْرَاهُم عَلٰی اصْحَابِی (میری اُمت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرات کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو انھیں چیز پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا و ہوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیوں کہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ و مقاتلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چوں کہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لیے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ شارح موافق نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف تہلیل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابو شامہ سلمی نے تہبید میں تصریح کی ہے کہ ”اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے، لیکن یہ خطا خطا سے اجتہادی تھی۔“ شیخ ابن حجر کی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ”اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح موافق نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ”یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا۔“ اس قول



میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول کذب و کفر اور اہل بدعت میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علامہ امت کی کتاب میں اس خطا کے خطاے اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر حبیب نے بھی تصریح کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑنے والوں کی تھلیل و تفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ "جو شخص صحابہ رسول صلا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمر و ابن عاص میں سے کسی ایک پر سب و شتم کرے یا ان کی تھلیل و تکفیر کرے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب و شتم کرے تو اسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بل کہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جب کہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبیث ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علما نے جو لفظ جوہر استعمال کیا ہے اور کہا ہے: "کان اماماً جائزاً" اس سے مراد وہ جوہر نہیں جس کا معنی فسق و ضالیت ہے بل کہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ درباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتہاد کرتے ہیں اور خطاے اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہو سکتے ہیں کیوں کہ امام ابن حجر کی "صواعق محرقہ" میں لکھتے ہیں: "قد صح انہ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللہ سبحانه و فی حقوق المسلمین۔" سب شک و حقوق الہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔

(ترجمہ ملنا)

### مولانا جامی پر اعتراض:-

حضرت شیخ احمد ربیع بندی ای مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اس خطا کو خطاے منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے، بل کہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ "اوستحق لعنت است" (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ لفظ استاد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: "اے اللہ! انہیں کتاب و حکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ" ایک دوسری روایت میں آپ نے فرمایا: "اے اللہ! انہیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یقیناً مقبول و منظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے کبوتسپان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے "اس صالبی دیگر" (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کیے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں

وَبَنَّا لَا تَوَلَّوْا اَعْدَاءَنَا اِنَّ نَسِيْنَا۔ (ترمذی)

### امام شعبی پر اعتراض کا جواب:-

آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چوں کہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لیے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور اعظم علما سے مدینہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب و شتم کرنے والے کو واجب التحمل سمجھتے ہیں۔ اُس پر

حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب و شتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کہاڑ میں شمار کرتے تھے ورنہ علم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک کیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (زبد المصنوع)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے۔

اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بل کہ کم و بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافرو فاسق کہا جائے تو دین میں سے اس شخص سے دست بردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جہل و غرور دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین میں ان کا ابطال ہوتا ہے۔

اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور مصر کے صغین پر پا ہوا۔

حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بل کہ حضرت علی سے مطالبہ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالشکور سالمی فرماتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ خلافت میں تھا کیوں کہ حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اذا ملكك الناس فازق بهم۔ (جب تو لوگوں پر عالم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت سے خلافت کی امید پیدا ہو گئی تھی، لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تھے کیوں کہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد تھا۔ امام غزالی اور ابوالشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ محمد ہندی فرماتے ہیں:

ان دونوں اقوال میں تطابقی و توافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشا یہ اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعد ازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) یہ ہر صورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دور بے ثواب بل کہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم۔

مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں: اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیوں کہ حضور ﷺ نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اَيُّكُمْ وَ مَا شَجَرَ بَيْنَ اصْحَابِي (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا: ”جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو“ فرمایا: ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ!“ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے کہ ”اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے“ اس عبارت سے یہ مفہوم ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

اعتبایزید۔

اسی مکتوب میں اعتبایزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:



البتہ بزرگ فاضلوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی اہنت میں توقف اور سکوت اس لیے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں البتہ یہ کہ اس کے خاتمہ بالقرآن یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بل کہ اس کا ملعون ہونا آیت۔ **يَمُنْ اِنَّ الدِّينَ يَرْثُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ لَعْنَهُمُ اللّٰهُ** (بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری کدہ ایش۔

کتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہاں مؤرخین اور مردگان اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوس قدسہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سیر و قریبوں کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتْنُ، اَوْ قَالَ: الْبِدْعُ وَ سَبَتْ اَصْحَابِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالَمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَعَلِيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ حَوْفًا وَ لَا عَدْلًا۔** (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت سے ننان کے نوافل اور نہ فرض قبول کیے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید و عمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔ و السلام علیکم و علی سائر من اتبع الہدای و التزم متابعة المصطفی

علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام۔ (ترجمہ ملخصاً)

سروست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں، لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل و صفین کے شرکاء کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے، لیکن جنگ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے، یہاں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علاحدہ ہو لیے اور خواہ مخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول رائج ہے۔ صحیح روایات کے مطابق نو حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے "ارشاد الساری شرح بخاری"، امام نووی نے "شرح صحیح مسلم"، علی قاری نے "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" اور امام ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں اور دوسرے علما نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے۔ ہم نے یہ خوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں فقط

عبد القادر محبت رسول ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی  
کان اللہ لہما

تصدیقاً علماء بدایوں

- ۱۔ الجواب صحیح۔ نور احمد قادری
- ۲۔ صحیح الجواب۔ محمد سراج الحق عفی عنہ
- ۳۔ ما حرره المحجیب المصیب فهو مقرون بالصواب۔ محمد فصیح الدین قادری
- ۴۔ جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً۔  
العبد المہین محمد جمیل الدین احمد قادری
- ۵۔ اصحاب المحجیب۔ محبت احمد قادری
- ۶۔ الجواب صحیح۔ محمد فضل الحمید القادری
- ۷۔ الجواب صحیح۔ محمد سعد بدایہ الدین احمد

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کے بارے میں کیے گئے چند سوالات کے جوابات

محیب: خواجہ قطب الارشاد شیخ الحدیث والفقیر

علامہ محمد عبدالرشید جھنگوی رضی اللہ عنہ

آستان عالیہ قطب آباد شریف، جھنگ

بسم الله الرحمن الرحيم۔

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله لقد جاءت  
رسول ربنا بالحق والحمد لله الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره  
على الدين كله و لو كره المشركون۔ تبارك الذي نزل الفرقان على عبده  
ليكون للعالمين نذيراً۔ هو الذي ارسل نبينا ﷺ رحمة للعالمين فادخل  
تحت رحمته الانبياء والمرسلين والملائكة المقربين فصلى الله تعالى وسلم و  
بارك عليه وعلى آله واصحابه وكل متسبب اليه دائماً ابداً كما يحب ربنا و  
يرضى و هو الولي الاعلى و قال في شان المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم  
باخسان: رضي الله عنهم ورضوا عنه و قال في مقام آخر في علو شانهم: و  
الذين امنوا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون والشهداء عند ربهم لهم اجرهم  
و نورهم و الذين كفروا و كذبوا بائنا اولئك اصحاب الجحيم۔ و قال في حال  
المنافقين و الرافضة و المبتدعة: انا اطعنا سادتنا و كبراءنا فاضلونا السيلا، ربنا  
انهم ضعفين من العذاب والعنهم لعناً كبيراً۔

اما بعد...

آپ کا گرامی نامہ رمضان المبارک شریف کے اوائل میں موصول ہوا۔ اپنی علالت و بے  
فرستی کی وجہ سے جواب دینے میں تاخیر رہی، والد صاحب کے مزار شریف کا کام بھی شروع تھا،  
حفاظت کی منزلیں بھی سنی تھیں، بخار نے بھی اپنا ناغہ نہ کیا، اس وجہ سے دیر ہوگئی، پھر آپ کے یکے  
بعد دیگرے دو مکتوب آئے، میں نے یہی سمجھا کہ سابقہ مکتوب کا جواب چاہتے ہیں، بغیر پڑھے  
ان کو رکھ دیا، اب تیسرا خط جب آیا ہے جس میں ایک مولوی صاحب کی تقریر اور حضرت امیر  
معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں سب دشتم اور ان کے والدین کے کفر لکھے ہوئے کو جب پڑھا تو طبیعت  
کی خرابی کے باوجود سہاگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آمد و سوالات کے جوابات لکھ دیتا ہوں کہ  
ایسے شقی القلب خلیفہ افضل کا جواب دینا باقی مشاغل کو چھوڑ کر ابھری اور ضروری ہے۔ ثابت کیا  
جائے گا کہ اس بے ہودہ شخص نے قرآن مجید فرقان حمید اور حدیث پاک اور اجماع امت کی  
خالفت کی ہے، نیز سامعین کے اعتقادات کو برباد کرنے کے لیے ڈیڑھ دو گھنٹہ بیان کیا ہے اس  
کا جواب دینا لازم ہے۔

اذا كان الغواب دليل قوم سبھديهم طريق الهالكين

”جس قوم کا راہ نہا کو اہودہ قوم کی مرداروں کی طرف ہی رہنمائی کرے گا۔“

سوال ۱: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امین اسرار نبوت، کاتب الوحی، خال المؤمنین اور رضی اللہ  
عنه کہنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: جائز ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ کوئی اعلیٰ درجہ کی نبی و رضی یا کالج ہو تو اس میں داخلہ کے  
لیے ٹیسٹ لیا جاتا ہے، جب کہ عام کالجوں میں داخلہ کے لیے صرف یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ  
پہلے درجہ کا امتحان پاس کر رہا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درس گاہ کوئی عام درس گاہ نہ تھی، بل  
کہ دنیا بھر میں لافانی تربیت گاہ تھی، اس میں داخلہ کے لیے بھی رب العالمین جل جلالہ  
نے ایک ٹیسٹ رکھا ہوا ہے جس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے:

اولئك الذين امنوا بالله فلو يهيم للتشوى لهم مغفرة و اجر عظيم۔

(پارہ ۱۲۲، ج ۳)

”وہ ہیں جن کا دل اللہ عزوجل نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے

بخشش اور بڑا ثواب ہے۔“ (کنز العمال)

اور سورۃ فتح میں فرمایا:



و الزمهم كلمة التقوى و كانوا احق بها و اهله۔ (پارہ ۲۶، صفحہ ۴۲)  
 ”اور پھر گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔“ (کنز الایمان)

متحکم لوگ امتحان لے کر جن لوگوں کو پاس کر دیتے ہیں اور ان کو نمبر دے دیتے ہیں اس میں غلطی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور سے کب غلطی ممکن ہے، ادنیٰ خیال غلطی کا بھی کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و كان الله بكل شيء عليم۔ (پارہ ۲۶، صفحہ ۴۶)

”اور اللہ عزوجل سب کچھ جانتا ہے۔“ (کنز الایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے قدیم اور ازلٰی علم کے بعد ان کو جانچ کر کہ اس چیز کا حق دار بنادیا اور ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی درس گاہ اور تربیت گاہ میں داخلہ کی اہلیت اور قابلیت رکھتے ہیں اور یہی لوگ اس شرف کے حق دار ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ پسند نہ ہو، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اور اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ بل کہ تمام مسلمانوں کو حکم دیا۔ فرمایا:

فان امنوا بمثل ما امنتهم به فقد امنتوا۔ (پارہ ۱۱، بقرہ ۱۳۷)

”پھر اگر وہ بھی یوں ہی ایمان لائے جیسا کہ تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے۔“

(کنز الایمان)

تو جو ان کو نہ مانے اس کے بارے میں فرمایا:

و ان تولوا فانما هم في شقاق۔ (پارہ ۱۱، بقرہ ۱۳۷)

”اور اگر منھ پھیریں تو وہ نری خد میں ہیں۔“ (کنز الایمان)

ندان کی دنیا ہے نہ آخرت اور نہ ہی ان کے اعمال ظاہری و باطنی سے کوئی تعلق بل کہ وہ تمام اعمال ہیباۃ مشنور ہو جائیں گے اور یہ صرف صحابہ تک محدود نہ رکھا، بل کہ سورہ توبہ میں فرمایا:

و الذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم و رضوا عنه۔ (پارہ ۱۱، اتوبہ ۱۰۰)

”اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ

عزوجل سے راضی۔“ (کنز الایمان)

تو اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔ یعنی حضرت امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے۔

### خال المؤمنین:-

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ام شیرہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ازدواجی رشتہ امت کے تمام افراد کے ساتھ ایک رشتہ قائم کر دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

النبي اولی بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امہاتہم۔ (پارہ ۱۱، احزاب ۶)

”یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔“ (کنز الایمان)

جب ان کی بیویاں تمام امت کی مائیں ہوئیں تو ان کے بھائی تمام امت کے خال ہوئے، رشتہ کے شرف کے ساتھ ان کا مؤمن ہونا بھی شرط ہے جو ایمان کی دولت سے محروم ہو اس کے لیے حضور ﷺ کی بیویاں مائیں نہیں اور نہ ان کا بھائی خال ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خال المؤمنین ہونا اور کاتب الوحی ہونا تو شیعہ حضرات نے بھی تسلیم کیا ہے۔ ان کی کتاب ”احتجاج طبری“ مصری ص 92 پر ہے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

قال كتب معاوية الى امير المؤمنين علي عليه السلام ان لي فضائل

كثيرة كان ابني سيدا في الجاهلية و صرت ملكا في الاسلام و الا

صهر رسول الله ﷺ و خال المؤمنین و كاتب الوحی۔

”ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں بہت فضائل کا مالک ہوں میرے والد زمانہ جاہلیت میں سردار

تھے اور میں اسلام میں سردار ہوں اور میں زوجہ رسول کا بھائی اور خال المؤمنین اور

کاتب الوحی ہوں۔“

احتجاج طبری کے حاشیہ پر اس کا بخٹی لکھتا ہے:

يقولون ان معاوية خال المؤمنين لان صفية زوجة الرسول بنت ابني

سفیان و هي ام المؤمنين بناء على ان الزواج النبي ﷺ كلهم۔

امہات المؤمنین فحينئذ يكون معاوية خال المؤمنين۔

”امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المؤمنین اس لیے کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی سفیان زوجہ

رسول تھیں اور ازواج نبی ﷺ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المؤمنین کہتے ہیں۔“

نوٹ: شیعہ غشی کو اتنا معلوم نہیں کہ ابو سفیان کی بیٹی کا نام ام حبیبہ ہے یا صفیہ، یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لیے کہ جس گھر کے ساتھ کسی کے روابط اور تعلقات نہ ہوں اس گھر کے افراد سے واقفیت نہیں ہو سکتی روافض کو چوں کہ اہل بیت رسول ﷺ سے کوئی تعلق وہ واسطہ نہیں پھر واقفیت کیسے ہوگی؟ کچھ بھی ہو، سنی سنائی باتوں سے یہ تو لکھ دیا کہ وہ خال المؤمنین ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا کہ گود غشی سے کرتے ہیں کرتے تو یاد ہیں نہیں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

کاتب الوحی:-

قرآن مجید چوں کہ الہامی کتاب ہے، اس کے تعارف کے لیے بھی آسمانی کتاب درکار ہے، آسمانی کتاب کی اشاعت کا انحصار آسمانی حفاظت اور بقا پر ہے، اس واسطے رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ (پارہ ۱۱، ص ۹)

”بے شک ہم نے آنکارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہ بان ہیں۔“

(کنز الایمان)

اب جس پر نازل ہوئی اس کا امین ہونا اور لانے والے کا امین ہونا بھی ضروری ہے۔ لانے والے کو روح الامین کا لقب عطا فرمایا اور جس پر نازل ہوئی اس کے حافظے اور یادداشت کی ضمانت بھی اللہ تعالیٰ نے خود دی۔ فرمایا:

سَقَرْتُكَ فَلَا تَنْسِي۔ (پارہ ۱۲، ص ۱)

”اب ہم تجھیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے۔“ (کنز الایمان)

انسانوں تک پہنچانے والا امین ہو۔ پہنچانے کے دو ذریعے ہیں: وقت اور دائمی، وقتی یہ کہ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے تلاوت کر کے جیسی نازل ہوئی تھی سنائی۔ یہ حضور ﷺ کی ذات تک تھا، خود کیا، صحابہ کبار کو بھی حکم دیا۔ دائمی یہ ہے کہ اس کتاب کی کتابت کا انتظام فرمایا، کتابت کا فریضہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایسے شخص کو کتابت کے لیے مقرر فرمائیں جو امین ہو۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جا چکی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب الوحی تھے۔

”معانی الاخبار“ شیخ صدوق قمی ص 346 طبع جدید مطبع خیدری، تہران: اس میں ایک پورا باب ہے، جس کا عنوان ہے:

”استعانة النبي ﷺ بمعاوية في كتابة الوحى“

یعنی نبی ﷺ کا کتابت وحی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدد حاصل کرنا۔

”انوار نمرانیہ“ محدث نعمت اللہ الجزائر کی ص 247 پر ہے:

و كذلك جعل معاوية من الكتاب قبل موته بسنة اشهر بمثل هذه المصلحة و ايضا عثمان و اضرابه ما كانوا يحضرون الا في المسجد مع جماعة الناس فما يكتبون الا ما نزل به جبرئيل بين الملاء۔

اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے اس مصلحت کی بنا پر کاتب وحی مقرر فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کی مشل کاتب وحی مقرر فرمائے جو مسجد نبوی میں حاضر ہو کر وحی قرآن لکھتے تھے جو ظاہر یا ہر نازل ہوتا تھا۔

محدث نعمت اللہ الجزائر کی وہاں دو باتوں کا اعتراف ہے:

۱- یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی مقرر فرمایا۔

۲- یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت و امانت میں کوئی شبہ نہیں، وہ وحی قرآن لکھتے تھے

جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا۔

”تتبع المقال في علم الرجال“ معروف بہ ماہنامہ ص 222 پر حروف تہجی کے لحاظ سے باب میم میں لکھتا ہے: (یہ کتاب شیعہ کے نزدیک اس سے رجال میں لاثانی ہے)

فهو معاوية بن ابي سفيان اسمه صخر بن حرب بن امية بن عبد الشمس بن عبد مناف يكنى ابا عبد الرحمن القرشي الاموي كاتب رسول الله ﷺ ولي الخلافة حين سلم الامر اليه حسن بن علي عليهما السلام و صالحه و ذلك في شهر ربيع الآخر او جمادى الاولى سنة احدى و اربعين و مات يوم الخميس ثمان بقين من رجب سنة ستين و هو ابن ثمان و سبعين سنة۔

”یہ معاویہ بن ابی سفیان ہیں۔ ان کا نام صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ کنیت ابو عبد الرحمن قرشی اموی کاتب رسول اللہ ﷺ ہیں جن سے امام حسن



نے صلح کر لی اور خلافت ان کے حوالے کی تو یہ والی خلافت ہے۔ یہ صلح ربيع الآخر یا جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوئی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات 22 رجب 60ھ میں بہ عمر 78 برس ہوئی۔

یعنی شیعیان رجال کے ماہر علامہ مامقانی نے یہ تسلیم کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب الوہی مقرر فرمایا۔ حدیث نعمت اللہ و لہذا اڑی کی تحریر سے پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی وفات سے چھ ماہ قبل مصلحت کے طور پر ان کو کاتب دینی مقرر فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ انتخاب حضور اکرم ﷺ نے یہ حکم خداوندی کیا تھا، خدا و رسول کے اس انتخاب سے ناراض ہو کر اس حقیقت کو مخفی کرنے کے لیے بہت کوششیں لوگوں نے کی ہیں جس میں ”فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب“ میں موجود ہے، مگر اصل حقیقت مذکور و چار کتابوں سے ثابت ہوگئی کہ حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب دینی یا امر خداوندی مقرر فرمایا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا عامل (گورنر) بنایا تھا۔ کیا غیر مومن بھی کاتب الوہی مقرر ہو سکتا ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب الوہی ہونا ایک تاریخی حقیقت ہے، پھر بھی اگر ہٹ دھرمی کر کے یہ کہا جائے کہ مانا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے صہر تھے، تمام امت کے ماموں تھے، کاتب وحی تھے، مگر ان تمام اوصاف کے ہوتے ہوئے وہ مومن نہ تھے۔ (معاذ اللہ)

پھر اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنی بڑی ذمہ داری کسی غیر مومن کو بھی سونپی جاسکتی ہے؟ قرآن پاک سے رہنمائی ملتی ہے۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقرءوا المسجد الا بعد عامہم هذا۔

(پارہ ۱۰، سورہ بقرہ ۲۸)

”مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے

پائیں۔“ (کنز الایمان)

یہ آیت کریمہ 9ھ میں نازل ہوئی۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اور باطنی: ظاہری نجاست پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور ہو جاتی ہے، مگر نجاست باطنی پانی کے ساتھ دھونے سے بھی دور نہیں ہوتی۔ تو ان کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نجاست باطنی تھی (معاذ اللہ)، وہ پانی کے ساتھ دھونے سے بھی نہ آ سکتی تھی، تو ان کو کاتب دینی کیوں مقرر کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو ان اوصاف کا مالک کیوں بنایا۔ واضح رہے: کاش کہ مبلغ صاحب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر عقیدہ رکھتے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں انتہائی بے ہودہ باتیں کر کے اپنا اور سامعین کا ایمان خراب نہ کرتے۔

کیا ایسے شخص کی تقریر سننا، اس کی مجلس میں آنا اور خاموش بیٹھ رہنا اور دعوت دے کر اس کی خدمت اور نوادشیں کرنا اور تعظیم کے ساتھ روانہ کرنا جائز ہوگا؟ کیا وہ قابل تعظیم و تکریم ہے؟ حاشا و کلا۔

سوال 2: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زندگی کے آخری دم تک شرف صحابیت پر فائز رہے یا جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے بعد اس شرف سے محروم ہو گئے؟

سوال 3: جنگ جمل و صفین میں جن لوگوں نے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حملہ کیا، وہ کس لقب کے مستحق ہیں؟

الجواب: ایہا الناس کا جواب ہماری سابقہ تحریر سے ثابت ہو گیا، تفصیلی جواب جنگ صفین کے بیان میں آجائے گا۔

یہودی سازش کے تحت سینکڑوں سال مسلسل پروپیگنڈا اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے محاسن اور مناقب پر دہریز پوتے ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مگر جاہلوں نے اسی پر اتکا نہیں کیا، بلکہ کہ الزام تراشیوں کا تھوک کا کاروبار بھی شروع کر دیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو الزام ہاندھے گئے ان میں واضح بہتان ہے کہ انھوں نے خلیفہ راشد کے خلاف جنگ کیوں کی؟ اس ضمن میں سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جنگ کی وجہ اور بنیاد کیا تھی؟

”سج البغیۃ“ مع شرح ابن میثم طبرانی جلد ۲، غم ۱۹4 پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ایک چٹھی ہے جو تمام شہروں میں بھیجی گئی:

کتبہ الی اهل الامصار یقص فیہ ما جرى بینہ و بین اهل الصنفین و کان بداء امرنا انا التقینا و القوم من اهل الشام و الظاهر ان ربنا واحد و نبینا واحد و دعوتنا فی الاسلام واحدة لا نستزیدہم فی الایمان باللہ و النصدیق برسولہ و لا نستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیہ من دم عثمان و نحن عند براء۔

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تمام شہروں کے لیے ایک خشکی مراسلہ لکھا کہ صلیبوں میں ہمارے اور اہل شام کے درمیان جو جنگ ہوئی اس سے کوئی غلط فہمی نہ ہو کیوں کہ ہمارا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری اسلام کی دعوت ایک ہے، ہم شامیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں زیادتی کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ وہ ہم پر زیادتی کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان و یقین میں ہم دونوں فریق برابر ہیں، اختلاف صرف دم عثمان میں ہے اور ہم اس سے بری ہیں اور یہی تنازعہ کی وجہ ہے۔“

اس عبارت سے چند وجوہ ثابت ہو گئے:

- ۱- اختلاف صرف قتل عثمان میں ہے۔
- ۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چٹھی سے بنیادی طور پر یہ بات ثابت ہوئی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تو خلافت کے مدعی تھے نہ انھوں نے حکومت چھیننے کے لیے یہ جنگ لڑی بلکہ اس کی وجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ تھا اور یہ مطالبہ ہر متعلقہ انسان کا قانونی حق ہے۔
- ۳- سنا چند ایک اور امور بھی واضح طور پر سامنے آ گئے:
- ۱- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس امر کا اعلان کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق نہیں، اگر کسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعی تعلق ہے۔
- ۲- تو اسے حضرت کی یہ بات ماننے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے اور اگر اسی پر اصرار ہو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے محروم ہیں (معاذ اللہ) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق وہ دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان کی نفی کر رہا ہے کیوں کہ ان کا اعلان ہے کہ ایمان میں ہم برابر ہیں، لہذا اگر معاذ اللہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایمان سے خالی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے برابر ہوئے۔ (ثم معاذ اللہ)

۲- خشکی مراسلہ بھیجے کا محرک کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کو برا بھلا کہنا شروع کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں اس بے ہودگی سے روکنے کے لیے حقیقت بتادی۔

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے کہ منبر پر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا نہ تھا، یہ دراصل اپنے اس گھناؤنے فعل پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے کہ برا بھلا کہنے کی

ابتداء یحیاء علی کی طرف سے ہوئی اور اس سلسلہ میں اب وہ تو معذور ہیں۔

”نسخ البلاغہ“ کی شرح ”درة الجلیہ“ ص 301 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کی تائید ہے، وہ یوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

فقال معاویة رضي الله عنه لم اقاتله لاني افضل منه ولكن اقاتل ليدفع الي قنلة عثمان رضي الله عنه۔

”حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے میری جنگ اس بنا پر نہیں ہوئی کہ میں ان سے افضل ہوں بلکہ اس لیے ہوئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل میرے حوالے کریں۔“

دونوں عبارتیں ”نسخ البلاغہ“ کی شروح کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوں، دونوں نے جنگ کی وجہ قصاص عثمان کو قرار دیا ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ یہ کفر و اسلام کی جنگ نہ تھی۔ بات تو صاف ہے، مگر یار لوگ کہتے ہیں کہ ”نسخ البلاغہ“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبہ 16 سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف ان کے ظاہری اسلام کی بات کی تھی، باطن میں تو وہ مسلمان نہیں تھے۔ خطبہ 16 کی عبارت یہ ہے:

قال ما اسلموا و لكن استسلموا و اسروا الكفر فلما وجدوا اعوانا عليه اظهروا۔

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ ظاہری طور پر اسلام کو مان لیا اور ان کے باطن میں کفر پوشیدہ ہے جب انھوں نے کفر میں مددگار پائے تو کفر کو ظاہر کر دیا۔“

”نسخ البلاغہ“ کے شارحین سب نے یہی اعتراض یا تاویل کی ہے۔ اس کے جواب میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تکلف فراء خواہ کیا گیا ہے، آسان بات یہ تھی کہ کہہ دیجئے کہ حضرت نے تنبیہ کیا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ”نسخ البلاغہ“ میں الحاقی کلام کا ہونا تحقیق کو پہنچ چکا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر اسے الحاقی کلام نہ مانا جائے تو یہ قول غلط ہے۔ جیسے ”درة

الایہ“ ص 347 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے۔



چونکہ بات یہ ہے کہ یہ خطبہ اس وقت کا ہے جب جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اور حشری مراسلہ جنگ کے بعد اور صلح ہونے کے بعد کا ہے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ شہادت پہلے کی تاریخ ہے۔

اب ذرا ظاہری اور باطنی ایمان پر اصولی بات کی جائے۔

۱- اہم ظاہری شریعت کے مکلف ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ظاہری ایمان کی شہادت دے دی۔ عقیدہ باطنی چیز ہے، جس کی حقیقت معلوم کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کیا کہ ہم اور اہل شام ایمان میں برابر ہیں، تو دوسری توجیہ کے مطابق مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جیسے میں ظاہر مسلمان ہوں ویسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ظاہر میں مسلمان ہیں، جیسے باطن میں وہ ہیں ویسے ہی میں ہوں۔ (معاذ اللہ)

۳- پھر جو آپ نے فرمایا: "وما واحد..." اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جیسے ظاہر میں میرا رب ایک ہے اور رسول بھی اور دعوت اسلام بھی ایک ہے باطن کا حال دوسری شق جیسا ہوا۔ (معاذ اللہ)

۴- "نسخ البلاغ" مصری ص 105 پر "قد فتح باب الحرب بينكم و بين اهل القبلة" تمھارے اور اہل قبلہ کے درمیان لڑائی کا دروازہ کھل گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو بات صاف کر دی، مگر اہل قبلہ کی اصطلاح کا مفہوم کہیں سے دعوؤں کا پڑے گا۔ کیا اسلامی تاریخ میں یا دینی لٹریچر میں اہل قبلہ کی اصطلاح کفار کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے؟

اگر ایسا نہیں اور یقیناً نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایمان سے خالی ثابت کرنے کے جنوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں مولیٰ جا رہی ہے؟

یہ حرکت جب علی رضی اللہ عنہ کی ہرگز نہیں کیوں کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ظاہر ہے، اہت بغض معاویہ کے قبیل سے ضرور ہے اور جہاں بغض ہو وہاں انصاف کہاں ہوتا ہے!! جہاں علی کی تدبیر و قیامت خود رسول علی رضی اللہ عنہ نے متعین فرمادی۔

"نسخ البلاغ" مصری ص 179 پر ہے:

قال لوددت و الله ان معاوية صار فيكم صرف الدينار بالدرهم

فاخذ مني عشرة منكم و اعطاني رجلا منهم۔ (نسخ البلاغ ج ۲ ص ۱۶۶)

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ کا ش امیر معاویہ میرے ساتھ سودا کر لیتے جیسے کوئی شخص بیع المصرف کرے کہ سونے کے دینار کے بدلے چاندی کا ایک درہم لے لے، پس امیر معاویہ اپنا ایک آدمی مجھے دے دے اور میرے دس آدمی لے لے۔"

اس عبارت سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ جہاں تک عیدان علی اور شامی فوج کے ایمان کا تعلق ہے وہاں تو ایک اور دین کی نسبت ہے یعنی اہل شام عیدان علی کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ صاحب ایمان و یقین، و دار، ایثار پیشہ، صادق القول اور امن تھے، اور تو 10/9 حصہ دین اقیہہ میں مضمر ہے جیسے "اصول کافی" میں ہے:

تسعة اعشار الدين في التقية۔

نو حصے دین تقیہ میں، ایک حصہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، خمس، حج، زواری وغیرہ میں ہوں۔

اہل سنت و جماعت سن کر سمجھ لیں کہ صحابہ کرام کی عزت و عظمت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس قدر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

والله العزة و لرسوله و للمؤمنين و لكن المنافقين لا يعلمون۔

(پارہ ۲۸، المنافقون ص ۸)

"اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں۔" (کنز الایمان)

اور سورہ حدید میں ارشاد فرمایا:

والذين امنوا بالله و رسله اولئك هم الصديقون و الشهداء عند

ربهم لهم اجرهم و نورهم۔ (پارہ ۲۷، الحدید ص ۱۹)

"اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔"

(کنز الایمان)

اور ان کے مخالفوں کے لیے فرمایا:

والذين كفروا و كذبوا باياتنا اولئك اصحاب الجحيم۔ (پارہ ۲۷، الحدید ص ۱۹)

”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں چٹلائیں وہ دوڑتی ہیں۔“ (کنز الدین)  
اہل سنت و جماعت کے نزدیک دونوں فریقوں کے مقتولین کے بارہ میں فیصلہ خود مولیٰ علی  
کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

”قتلای و قتلای معاویۃ فی الجنتہ۔“

”جو میرے گروہ سے قتل ہوئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ سے مقتولین دونوں  
جنتی ہیں۔“

اور جو زندہ ہیں ان کا فیصلہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے کر دیا اور مصالحت کر کے اپنی خلافت ان کے  
سپرد کر دی، شیعہ کے نزدیک امام کی ہر بات نص ہوتی ہے۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سپرد کر دینا  
شیعہ مذہب کے لحاظ سے نص قطعی سے ثابت ہوا۔

**سوال 4:** امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت جو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد قائم ہوئی خلافت چار  
تھی یا ناچار؟ جن علمائے اس حکومت کو خلافت راشدہ کہا انہوں نے حق کہا یا خطا کی؟

**الجواب:** اس کا جواب سوال 3 کے جواب میں آچکا ہے، شیعوں کو اس پر اعتراض نہ کرنا  
چاہیے، نیز امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص 72 پر ہے:

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور قیس بن سعد بن عبادہ جو حضرات حسنین کے ساتھ  
تھے شام میں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اندر آنے کی اجازت  
طلب کی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی اور خطبا جمع ہوئے تو  
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو کہا:

یا حسن! قم، فبايع! فقام و بايع ثم قال للحسين عليه السلام: قم،  
فبايع! فقام و بايع۔ ثم قال: يا قيس! قم، فبايع! فالتفت الي الحسين  
عليه السلام ينظر ما يامرہ فقال: يا قيس! الله امامي يعني امام حسن  
عليه السلام۔

امام حسن کو امیر معاویہ نے کہا: اٹھو اور بیعت کرو! وہ اٹھے اور بیعت کی۔ پھر امام  
حسین کو کہا: اٹھو اور بیعت کرو! انہوں نے بھی اٹھ کر بیعت کر لی، پھر قیس کو کہا:  
اٹھو اور بیعت کرو! انہوں نے امام حسین کی طرف التفات کی اور جواب کے ان سے

منتظر تھے۔ امام حسین نے فرمایا: اے قیس! یقیناً امام حسن میرے امام ہیں۔ مطلب  
یہ ہوا کہ جب میرے امام حسن نے بیعت کر لی ہے، تمہیں کیوں شبہ پیدا ہوا۔  
اس بیعت سے پہلے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے مصالحت کا ارادہ کیا تو شیعوں کو اعتراض ہوا،  
اس کے جواب میں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

و الله ان معاوية خير لي من هؤلاء يزعمون انهم لي شيعة ابتغوا قتلي  
و انتهبوا قتلي و اخذوا مالي و الله لن اخذ من معاوية عهدا احقن به  
دمي و اومن به في اهلي خير من ان يقتلوني فتضيع اهل بيتي و اهلي  
و الله لو قاتلت معاوية لاختذوا بزيقتي حتى يدفعوني اليه سليمان و الله  
ان اسالهم و انا عزيز خير من ان يقتلني و انا اسير او يمن علي  
فيكون سنة بني هاشم اخر الدهر و لمعاوية لا يزال يمن بها و عقبه  
علي الحي منا و العيت۔ (احزاب طبرستان ص ۲۹۰ مطبوعہ معبد مشہد مقدس)

جب امام حسن رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر کے واپس آئے تو  
زید بن وہب جہنی نے ان سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول کے بیٹے لوگ  
حیران ہیں اس مصالحت میں آپ نے کیا حکمت دیکھی؟ تو آپ نے جواب دیا اور  
فرمایا: خدا کی قسم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجھے اپنے شیعوں سے بہتر ہیں، مجھے انہوں نے قتل  
کرنا چاہا، میرا اثاثہ چھینا، میرا مال لیا، خدا کی قسم اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہد  
لے لیتا ہوں جس کے ٹھیک اپنے آپ کو قتل ہونے سے بچاؤں اور میں اپنے اہل  
میں مامون ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ شیعہ مجھے قتل کر دیں، میرے اہل بیت  
اور میرے اہل کو تباہ کر دیں اور خدا کی قسم اگر امیر معاویہ کے ساتھ جنگ کرتا تو میری  
گردن پڑ کر امیر معاویہ کے حوالہ کر دیتے، خدا کی قسم اگر میں حضرت امیر معاویہ  
کے ساتھ صلح و اشقی کا معاملہ کر لوں جب کہ عزت و آبرو والا ہوں تو میں بہتر رہوں گا  
اس چیز سے کہ وہ مجھے اسیر کر کے قتل کر دے یا مجھ پر احسان کرے اور یہ اس کا  
احسان میرے پر اور بنی ہاشم پر رہے گا اور ان کا ہمیشہ احسان رہے گا جب تک ہم  
میں سے کوئی زندہ رہے گا یا مر جائے گا۔

وہ شیعہ جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے وہی ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی



ہوا بیوں میں سے شامل ہو گئے تھے جن کی تعداد بیس ہزار سے زائد تھی جیسے کہ ”ناخ التوارخ“ میں موجود ہے جب کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارا مطالبہ دم عثمان کا ہے، ان کے قاتل ہمارے حوالے کر دو تو ہم آپ کے ساتھ بیعت بھی کر لیتے ہیں اور آپ کو معتقد خلیفہ سمجھتے ہیں تو بیس ہزار سے زائد آدمی کھڑے ہو گئے اور کہا: ہم عثمان کے قاتل ہیں، ہم سے کون قصاص لیتا ہے؟ وہی لوگ ام حسن رضی اللہ عنہ کو دھوکا دے کر لشکر میں شامل ہو گئے ان کا ارادہ بھی ملایا تھا جس کو امام حسن رضی اللہ عنہ نے ”احتجاج“ کی عبارت میں واضح کر دیا۔

اب تم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کا کیا جواب دو گے؟ بیعت لینے والا حسب یہ قول تمہارے مسلمان نہیں اور وہاں جنگ خشین میں قتل ہو جاتا تو کوئی مسلمان ان کا جنازہ نہ پڑھتا اور نہ اسے کوئی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے دیتا تو بیعت کرنے والوں کا حال ان کے نزدیک کیا ہوگا؟

کیا یہ ہواوی سنی کہلانے کا حق دار ہے؟ ایسے منافق سے بچو!!

**سوال 5:** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب جو احادیث شریف کی کتابوں میں ملتے ہیں قابل قبول ہیں یا قابل رد؟

**الجواب:** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًا۔ (الحدیث)

”اے اللہ! معاویہ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا“

دوسری حدیث میں فرمایا:

اللّٰهُمَّ عَلِّمَهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ (الحدیث)

اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچائے رکھنا!

اور آپ ﷺ کی دعا سے مبارک بارگاہِ خداوند تعالیٰ میں یقیناً مقبول و مستجاب ہے۔

حافظ ابن حجر کی کتاب ”المیزان“ ص ۱۱۰، مطبوعہ المکتبۃ النجدیہ بغداد میں فرماتے ہیں:

و قال البذائنی کان زید بن ثابت یکتب الوحی و کان معاویۃ یکتب

للنبی ﷺ فیما بینہ و بین العرب ای من وحی و غیرہ فهو امین

رسول اللہ ﷺ علی وحی ربہ و ناهیک بهذا المرویۃ الرفیعة۔

محدث مدائنی نے فرمایا کہ زید بن ثابت وحی لکھتے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی کریم

ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو بھی لکھتے اور اہل عرب کی طرف جو خطوط بھیجے جاتے تھے وہ بھی لکھتے تھے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے امین تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے رب کی وحی پر ایسے شخص کے مرتبہ رفیعہ کے خلاف باتیں کرنے سے بچو!

فَقَبِلَ يَا ابا عبد الرحمن ابیہما الفضل معاویۃ او عمر بن عبد العزیز

فَقَالَ: و اللّٰہ ان العبار الذی دخل فی الف فرس معاویۃ مع رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الفضل من عمر بالف مرة، صلی معاویۃ خلف رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ ﷺ: سمع اللہ لمن حمده و قال معاویۃ:

ربنا لك الحمد۔ فما بعد هذا الشخص الاعظم اذا کان مثل ابن

المبارک یقول فی معاویۃ ذلك و ان ثواب الف فرس فضلًا عن ذاته

الفضل من عمر بن عبد العزیز الف مرة فای شبهة یتقی لمعادنہ ای

دخل یمسک بہ غیبی او جامد۔

ابو عبد الرحمن سے سوال ہوا (جو عبد اللہ بن مبارک ہیں) کہ امیر معاویہ اور عمر بن عبد

العزیز رضی اللہ عنہما سے کون افضل ہے؟ تو ابو عبد الرحمن نے فرمایا: خدا کی قسم جو غبار امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں حضور ﷺ کی معیت میں چلتی تھی وہ خاک ہزار

درجہ عمر بن عبد العزیز سے بہتر ہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز

پڑھی جب حضور ﷺ نے سمع اللہ لمن حمده پڑھا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رہنا

و لك الحمد کہا، پھر اس سے بڑھ کر عظیم شخص کون ہوگا اور جب عبد اللہ بن

مبارک جیسا آدمی (جس کی امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث نے اپنی صحیح البخاری

میں تقریباً چار سو روایات لی ہیں) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرماتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کی مٹی عمر بن عبد العزیز سے ہزار درجہ

بہتر ہے تو مخالفت کرنے والوں کے لیے اب کون سا شبہہ باقی رہتا ہے اور اس غبی

اور منکر کے پاس کون سی دلیل ہے جس کے ساتھ وہ تمسک پکڑے۔

اور خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان ”شیخ البانہ“ ص 277 طبع جدید مع شرح ”فیض الاسلام“

میں ہے:

لقد رايت اصحاب محمد ﷺ فما اری احدا منكم يشبههم لقد

كانوا يصبحون شعنا و قد بانوا سجدا و قياها يراو جون بين جباههم  
و خلدوهم و يغفون على مثل النجم من ذكر معادهم كان بين  
اعينهم ركب المعزى من طون سجودهم اذا ذكر الله حملت اعينهم  
حتى ليل جوبهم و مادوا كفا يمينه الشجر يوم الريح العاصف خوفا  
من العقاب و رجاء للثواب۔

حضور علیؑ کے صحابہ کو میں نے آنکھوں سے دیکھا میرے شیعوں میں سے میں نے  
کسی کو ان جیسا نہیں دیکھا اس لئے کہ وہ دن کو (میدان جنگ میں) پراگندہ ہال اور  
غبار آلودہ چروں سے ہوتے تھے اور رات بھر اور قیام میں بیدار ہو کر گزارتے تھے  
وہ راحت حاصل کرتے تھے اپنی پیشانیوں اور رخساروں کے درمیان یعنی بچوں  
میں گویا وہ آگ کے انگاروں پر کھڑے ہوتے تھے آخرت کی یاد کی وجہ سے  
قیامت کے ذکر سے انگاروں کی مانند جلنے والوں کی طرح مضطرب ہو جاتے تھے  
اور لمبے بچوں کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے درمیان یعنی پیشانیوں پر کمریوں کے  
لکھنوں کی طرح کو لمبے پڑے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا  
تو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امیدوں سے ان کی آنکھیں ایسے آنسو برساتیں  
کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور خود وہ لرز جاتے جیسے کہ درختوں کے سخت تھے  
سخت آندھی سے لرز جاتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کے دل میں صحابہ کرام کی شان کتنی بلند تھی کہ اپنے بچے مقتدیوں  
شیعوں کو ایسے کلمات بیان فرما رہے ہیں کہ صحابہ کی شان ایسی ہے کہ تم سے کسی کی وہ نہیں تو  
منافقوں کے متعلق ان کے دل میں صحابہ کرام کے خالقوں سے کتنی نفرت ہوگی۔ و احسنناہ!  
آج کل کے نام نہاد و سنی ناشیعوں کو خوش کرنے والے جو ابن سہا کی خباثتوں پر عمل کرتے  
ہیں اور اہل بیت کرام کی تاریخ داری کی طرف نہیں جاتے ایسے مبلغین کو امام بنانا ان کو دعوت دینا  
اور ان کی تکریم کرنا کتنا برا ہوگا؟

سوال 6: بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: جو شخص امیر معاویہؓ پر کسی قسم کا طعن کرے وہ جہنم کا  
کتاب ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب: ”ادکام شریعت“ اعلیٰ حضرت بریلوی مطبوعہ مدینہ منورہ، کراچی ص 102 پر ہے:

”اللہ نے سورہ حدید میں صحابہ کرام کی دولتیں فرمائیں ایک وہ کہ قس علیہ کہ  
مشرقتہ ایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا، جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد حج  
مکہ پھر فرمایا:

و کلا وعد الله الحسنى۔

دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان  
کو فرماتا ہے:

اولئك عنها مبعدون لا يسمعون حسبها و هم فيما اشتت  
انفسهم خالدون لا يحزنهم الفزع الاكبر و تعلقهم الملائكة هذا  
يومكم الذي كنتم توعدون۔ (پارہ ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳)

”وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھٹک نہ سکیں گے اور وہ اپنی من مانتی  
خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ  
اور فرشتے ان کی پیشانی والی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ  
تھا۔“ (تکڑا بیان)

رسول اللہ ﷺ کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ جل جلالہ بتاتا ہے تو جو شخص کسی صحابی پر طعن  
کرے وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذکر ہیں  
ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں، رب تعالیٰ نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی  
بند فرمایا کہ صحابہ کرام مجاہد کے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

و الله بما تعملون خبير۔ (پارہ ۱، ص ۱۰۳، ۱۰۴)

”اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔“ (تکڑا بیان)

اور اللہ جل جلالہ کو جب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے بیاں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ  
فرمایا اس کے بعد جو کوئی کہے اپنا سر کھائے، خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین غفریؒ لایاض شرح شفا سے امام قاضی میاضؒ نقل فرماتے ہیں:

و من يكون بطعن في معاوية۔ فذلك من كلاب الهاوية

جو حضرت امیر معاویہؓ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں سے ایک کتاب ہے۔

یہ خطا خذلہم اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو ایہ نہیں دیتے بل کہ اللہ جل جلالہ رسول اللہ ﷺ



کو ایذا دیتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

من أذاهم فقد أذني و من أذاني فقد أذى الله و من أذى الله فيوشك الله أن يأخذه۔ (الحديث)

”جس نے میرے سچا پکوانے اذی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی، جس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔“ والعیاذ باللہ تعالیٰ!

اب اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ میں شیعہ کا حال مختصر لکھتا ہوں، اس پر بھی غور کریں!

”حیات اعلیٰ حضرت“ کے ص 140 پر ایک استفتاء آپ کے پاس آیا، مستفتی قاضی فضل احمد لدھیانوی 21 صفر 1339ھ۔ استفتاء میں یہ تھا:

ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ ”ألا من المجرمين منتقمون“ کے اعداد 1202 ہیں اور یہی اعداد ابو بکر، عمر اور عثمان کے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟

**الجواب:** روافض لعنہم اللہ تعالیٰ کی بناے مذہب ایسے ہی اوہام بے سرو پا پر ہے اور اگر ہر آیت عذاب کے اعداد اسلحاخار کے مطابق کر سکتے ہیں اور ہر آیت ثواب کے اعداد اسلئے کفار سے کہ اسامی وسعت وسیعہ ہے، ثانیاً امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تین صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر اور عثمان ہیں، رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا، کوئی نا بھی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت پر حضور ﷺ انشرف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

اروئی ابني ماذا سميتوه۔

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

حرب۔

فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسن ہیں۔

پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے، فرمایا:

مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا؟

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

حرب۔

فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسین ہیں۔

پھر حضرت محسن کی ولادت پر وہی فرمایا۔ حضرت علی نے وہی عرض کی۔ فرمایا:

نہیں، بل کہ وہ حسن ہے۔

پھر فرمایا:

میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام ہارون، یونس کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے ہیں، شہر، شبیر اور مبشر حسن، حسین اور محسن۔ ان کے ہم وزن وہم معنی ہیں۔ اس سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اختیار کے ناموں پر رکھنے چاہئیں بلکہ ان کے بعد صاحب زادوں کے نام ابو بکر، عمر، عثمان اور عباس وغیرہم رکھے۔

ثالثاً رافضی نے اعداد غلط بتائے امیر المومنین عثمان غنی کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد 1201 ہیں نہ کہ 1202۔

۱۔ ہاں اور رافضی 1202 عدد کا ہے کے ہیں؟ ابن سبار افسدہ کے؟

۲۔ ہاں اور رافضی 1202 عدد ان کے ہیں، انہیں یہ یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی علی۔

۳۔ ہاں اور رافضی اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین فرقوا دینہم و کانوا شیعاً لست منہم فی شئ۔

(پارہ ۸، النعم ۱۵۹)

”وہ جنہوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔“ (کنز العمان)

اس آیت کریمہ کے عدد 2828 ہیں اور یہی عدد روافضی اثنا عشریہ شیطانیہ اسماعیلیہ کے، اگر اپنی طرح سے اسماعیلیہ الف چاہے تو یہی روافضی اثنا عشریہ و نصیریہ

والتا عجلية کے ہیں۔

۳۔ ہاں اور انھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ۔ (پارہ ۱۳ سورہ الزمر ۲۵)

”ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا نصیب برا گھر۔“ (کنز الایمان)

اس کے عدد 644 ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی علی کے۔

۵۔ نہیں، اور انھیں اہل کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَ الشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ۔

(پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔“ (کنز الایمان)

اس کے عدد 1445 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور سعید کے۔

۲۔ نہیں، اور انھیں اہل کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَ الشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ۔

(پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“ (کنز الایمان)

اس کے اعداد 1792 ہیں اور یہی عدد ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد کے۔

۷۔ نہیں، اور انھیں اہل کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ الَّذِیْنَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُلِهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الصَّٰدِقُونَ وَ الشَّٰهَدَاءُ عِنْدَ

رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَ نُوْرُهُمْ۔ (پارہ ۲۷، اللہ ۱۹)

”اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔“

(کنز الایمان)

آیت کے عدد 3600 ہیں، یہی عدد ہیں: صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ،

زبیر، سعد، سعید، ابو سعید، عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمد للہ، آیت کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پورا ہو گیا اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی آگئے جس میں اصلاً تکلف اور تنصیف کو دخل نہیں۔

کچھ دنوں سے آنکھ دکھتی ہے، یہ تمام آیات عذاب و اسباب شرار و آیات مدح و اسباب اختیار کے عدد محض خیال کے مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے، اگر لکھ کر اعداد جوڑے جائیں تو مطابقتوں کی بہار نظر آئے، مگر بعونہ تعالیٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ فَلَِّلَہُ الْحَمْدُ وَ اللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر محمد احمد رضا

اب بتاؤ کہ اہل حضرت کا یہ مولوی مقرر معتقد ہے یا منکر؟ تفسرون علی اللہ الکذب و کفی! بہ الما مبینا۔

اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ہدایت دے ایسے وابیات لوگوں سے نفرت کی قوت عطا فرمائے اور انھیں ان کے ساتھ ترک موالا ست کلی کی سعادت حاصل ہو۔

سوال 7: جو شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو اہل بیت رسول کا دشمن اور ائمہ ار کا لالچی کہے اس شخص کے متعلق شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: مذکورہ بالا حوالہ جات میں اس سوال کا جواب آچکا ہے۔

عشمتی مراسلہ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ”شیخ ابلاغہ“ میں موجود ہے اس میں طرفین سے یہ خلافت کے حصول کا موقف تھا اور نہ ہی دنیا کمانے کا لالچ تھا، دونوں کا موقف صرف اور صرف رم عثمان کا مطالبہ تھا امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی تھی اس وقت شیعوں کے جو حالات تھے ”احتجاج طبرسی“ کے حوالہ سے وہ بیان ہو چکے ہیں اس کے بعد جب شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہنچے تو حسین کریمین اور قیس بن سعد بن عبادہ نے یہ طیب خاطر بیعت بھی کر لی تو اب لالچ کا تو مسئلہ ہی نہ رہا۔

آپ کے آخری مکتوب میں یہ چیز باقی رہ گئی جو مولوی مقرر نے بیان کیا:

”جناب معاویہ (رضی اللہ عنہ) ابتداء خلافت جناب علی رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنے تک باقی رہے اور باقی کا حکم یہی ہے کہ اگر وہ مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر وہ جنگ حنین میں قتل ہو جائے تو اہل مدینہ میں کوئی بھی ان کا جنازہ نہ پڑھتے، کیوں کہ وہ باقی تھے۔ اس کے بعد مولوی مقرر نے



دوران تقریر یہ بھی کہا کہ تخر بن عدی، عمار بن یاسر اور اوّلین قرنی کے قتل کا معاملہ بھی امیر معاویہ کے بڑے میں جاتا ہے۔“

**الجواب:** اس تقریر سے مقرر نے اپنے فاسد عقیدہ کے ماتحت کئی غلطیاں کی ہیں:

پہلی غلطی یہ ہے کہ بغاوت کے معنی کو اس نے سمجھا ہی نہیں۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ اہل بغاوت کا موقف کیا تھا؟ اسے عمیقاً نہیں۔

تیسری غلطی یہ ہے کہ صفین کے بعد حضرت علیؑ نے جو کشتی مراسلہ سب کی طرف بھیجی

اس پر حضرت علیؑ کا کیا حال بنے گا؟

چوتھی غلطی یہ ہے کہ امام حسن اور امام حسینؑ چھ جنصوں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی

تھی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟

اس کی تقریر سے قرآن مجید کا انکار، حدیث شریف کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اب وہ

مسلمان بھی رہا یا نہ رہا اب اس کے جواب سنو!

پہلی بات یہ ہے کہ باغی کی تعریف میں یہ عنصر شامل ہے کہ وہ حکومت کے بنیادی دستور کو تسلیم نہ کرے اور حکمران کی مخالفت اس بنا پر کرے کہ اپنے آپ کو حکومت کے لیے اس کے مقابلے میں زیادہ مستحق سمجھے اور اس سے خلافت چھیننا چاہے۔

لیکن امیر معاویہؓ نے حضرت علیؑ کے درمیان جو جنگ ہوئی اس کا سبب مذکورہ

باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں تھی۔ امیر معاویہؓ نے اعلان کیا کہ میں قصاص عثمان کا

مطالبہ کر رہا ہوں اور حضرت علیؑ نے کشتی مراسلہ میں وضاحت کر دی کہ ہمارا اختلاف صرف

در عثمان میں ہے۔ کشتی مراسلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب دونوں فریق وضاحت کر رہے ہیں تو بغاوت کا سوال ہی پیدا

نہیں ہوتا بلکہ قصاص عثمان میں اختلاف کی وجہ سے یہ حادثہ رونما ہوا، کوئی تیسرا آدمی یا گروہ

رہائی ایسے لگے کہ نہیں یہ بغاوت ہے بات مردود ہوگئی۔ ع۔ من چہ راہ و طیبہ و من چہ سراہ

ہماویہ! امیر معاویہؓ نے کشتی مراسلہ میں حضرت علیؑ کا تو کچھ حیا کر لو، جس کے

ساتھ نئی وہ حقیقت سے نا آشنا ہے اور تمہیں بذریعہ وحی حقیقت سے آگاہ کر دیا گیا!

کیا خدا تعالیٰ سے تمہارا کوئی خصوصی رشتہ ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو کون؟ میں خواہ مخواہ۔

رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنْ مَّبَغَتْ أَحَدُهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَلْقَىٰ أَمْرَ اللَّهِ۔ (پارہ ۲۶، النحر: ۹)

”پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ

اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔“ (کنز الدیان)

اس آیت کی روشنی میں ذرا حالات کا جائزہ لیجیے!

۱۔ جنگ شروع ہوئی جس کی وجہ قصاص عثمان کا مطالبہ تھا۔

۲۔ جنگ ختم ہوگئی اور ختم بھی صلح پر ہوئی۔

سوال یہ ہے کہ کیا امیر معاویہؓ جتنا اپنے مطالبے سے دست بردار ہو گئے؟

اگر نہیں تو حضرت علیؑ نے جنگ کیوں بند کی؟ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پس پشت

کیوں ڈال دیا؟ قرآن مجید کی رو سے ان کا فرض تھا کہ اس وقت تک جنگ جاری رکھتے جب تک

کہ امیر معاویہؓ جو خدا تعالیٰ کے حکم کی طرف (بہ قولی شہ) نہ لوٹ آتے اور تائب نہ ہو جائے، لہذا

حضرت علیؑ نے جنگ بند کرنے اور صلح کر لینے سے یہ ثابت ہو گیا کہ امیر معاویہؓ یہ سمجھتا ہائی نہ

تھے شیعوں کے نزدیک لعل امام تو نص قطعی ہوتا ہے، لہذا بعض ابوالاثر حضرت علیؑ نے تو امیر معاویہؓ

جو جڑ کے باغی نہ ہونے پر نص قطعی ہے۔

پھر مولوی مقرر کا کہنا کہ ”جناب مصطفیٰؐ نے جسے باغی کہہ دیا تو قیامت تک کوئی بھی

اسے غیر باغی ثابت نہیں کر سکتا“ مردود ہوا یا نہ؟

پھر اس صلح کے بعد حضرت معاویہؓ کا حضرت علیؑ سے جس حسن سلوک کا اظہار ہوا

وہ بہ جے خود اس اثر اس کی نمایاں تردید ہے۔

فیصلہ کے بعد حضرت علیؑ نے پاسبانوں کو فوج سے ہٹا دیا اور حجاز رہ گیا تھا اور اس چھوٹی سی

سلطنت کی حفاظت کے لیے جہاں ٹار فوج حضرت علیؑ نے فوج کے پاس موجود تھی اس کی جاں

ناری کا عالم یہ تھا کہ حضرت علیؑ نے اپنی فوج سے دس دس کراہیم معاویہؓ سے ایک لے لینے کو

نفع کا سودا سمجھتے تھے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے اپنی آزاد مرضی سے حقوق امیر معاویہؓ کو

کو سوچ کر بہت کر دیا کہ وہ باغی تو کہاں ہوئے بل کہ منہ و مصحفہ ہیں۔

جب حضرت امام حسن مجتبیٰ نے ان کے ہاتھ پر زہت کرنی تو شیعہ اور مولوی مقرر کے نزدیک امام کا یہ فعل حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر نقص ہوتا۔

حضرت امیر معاویہؓ یہ نہ دیکھتے کہ ان کے والدین کو قرآن کا واسطہ دینا تو بے سود ہے کیوں کہ موجود قرآن سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ ان قرآن کو تخریب الہی تسلیم نہیں کرتے۔ البتہ ان سے یہ کہنا ان کی خیر خواہی ہی وجہ سے ضروری ہے کہ حضرت علیؓ اور امام حسنؓ جیسوں کا کیا کریں ان کے فعل سے مخرب ہو کر اور ہر امت کا اظہار کر کے کیا منہ دکھاؤ گے۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے پہلے حصہ سے ضمناً ایک اور بات بھی ثابت ہوتی ہے۔  
قرآن مجید کے الفاظ مبارک یہ ہیں:

وَانِظُرْ إِلَىٰ الظَّالِمِينَ امْكِنُوا أَيْدِيَهُمْ وَأَوْسُوا أَرْجُلَهُمْ لِيَمْشُوا عَلَىٰ أَهْلِكَ بِطِغْيَانٍ مُّكْتَفِلِينَ۔ (پارہ ۱۲، آیت ۹)

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صبح کراؤ“ (کنز الدین)

توضیح میں جو دو گروہ تھے ان کو اللہ تعالیٰ مومن فرماتا ہے، ہذا اگر انھیں معاویہ کی وجہ سے کوئی آدمی امیر معاویہؓ کی لڑائی کو باغی کہنے سے باز نہ آئے تو بھی ان کو مومن کہے۔ غصہ چہ رو نہیں۔  
ہاں، آدمی قرآن کا منکر ہو تو اس سے کچھ بعید نہیں، جو چاہے کہتا پھرے۔ فقط۔ اللہ و رسولہ اعلم بالصواب۔

محمد عبدالرشید رضوی، نغزلہ

ایر قومیہ ۶: ۱۳۴۹ / ۵ نومبر ۲۰۰۸ء

خادم اظہار جامعہ قطبیہ رضویہ

پتہ نمبر 233 قلعہ آباد شریف، تحصیل و ضلع جھنگ

صَافِيهِ لِمَا وَقَعَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَمُعَاوِيَةَ  
(رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا)

مصنف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی مدظلہ، سرگودھا

تقریب سعید

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب صاحب ہزاروی  
دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔

اُز روئے قرآن وحدیث یہ بات ثابت ہے کہ جملہ صحابہ کرامؓ پر شمول از واریج مطہرات و اہل بیت اطہار قطعی جنتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

لَا يَسْعَىٰ مِنْكُمْ مِنَ الْفَقْرِ مَنْ قَبِلَ الْفِتْنَةَ وَ قَاتَلَ أَوْلَٰئِكَ اعْظَمَ فَزْجَهُ

مِنَ الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا وَ كَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ۔ (سورہ الحدید)

فتح مکہ سے قبل خراج و جہاد کرنے والے اور بعد میں کرنے والے باہم مساوی نہیں بل کہ پہلے خراج و جہاد کرنے والوں کا درجہ زیادہ ہے، لیکن پہلے اور بعد میں ایمان لانے والے تمام صحابہ کرامؓ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اور کچھ دوسری آیات لریحہ تمام صحابہ کرامؓ کے جنتی ہونے پر قطعی اہدالت ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا یہ درجہ اور فضیلت کثرت مبادات و صدقات سے نہیں بل کہ محض صحبت نبویؐ کی برکت سے ہے۔ صحبت نبویؐ ایک ایسی نیکی



ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری نیکی برابر نہیں ہو سکتی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الا تَرَى اَنْ اصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
وَبَارَکَ فَضْلُہٗا بِالصَّحْبَةِ عَلٰی مَنْ عَدَاہُمْ سِوَى الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ  
وَ اَنْ اَوِیْسًا قَرْنِیًّا وَ عَمْرَ مَرْوَانِیًّا مَعَ بُلُوْغِہُمَا نِہَایَةِ الدَّرَجَاتِ وَ  
وَصُوْلِہُمَا غَایَةِ الْکَمَالَاتِ سِوَى الصَّحْبَةِ فَلَا یَجْرُمُ صَارِ خَطَاۃٍ مُّعَاوِیَۃٍ

خیبراً مَنْ صُوِبَ اِیْہُمَا بِرُکَّۃِ الصَّحْبَةِ۔ (کتوبات امام ربانی، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۱۱۰)

صحبت نبوی ایک ایسی نیکی ہے جو اگلے پچھلے تمام سینات کے لیے کفارہ ہے۔ صحابہ کرام میں جس طرح سیدنا حضرت صدیق اکبر، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت عثمان غنی، سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ داخل ہیں، یوں ہی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں۔ ان کے صحابی رسول ہونے میں معمولی شک کی گنجائش بھی نہیں۔ اگر کوئی شخص محض تاریخی رطب دیا جس کی بنیاد پر ان کو گنہ گار ثابت کرے بھی تو ان کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کے لیے صحبت نبوی کفارہ و سینات ہے اور وہ مذکورہ آیت کی رو سے قطعی جنتی ہیں۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث والفقیر سید سائیں غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی سرگودھا کی تالیفات میں سے ”صافیہ لما وقع بین علی و معاویہ“ (رحمہ اللہ) کا میں نے ازاول تا آخر مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر بہت عمدہ تالیف ہے۔ آپ نے رسالہ کے اول میں بد نصیبوں کے بغض بھرے جملہ اعتراضات کے تسلی بخش اور مسکت جوابات دیے ہیں اور آخر میں سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب خوب صورت ترتیب سے تحریر فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ مختصر ہے، مگر اس موضوع پر جامع ہے۔ میں نے موصوف کی بعض دوسری تالیفات بھی پڑھی ہیں، ماشاء اللہ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا مسلکِ حق کی بہترین ترجمانی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وجودِ مسعود کو مزید بابرکت بنائے! آمین یا رب العالمین، عباد النبی الامین ابو صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

الراقم: محمد ایوب ہزاروی، مدرس و خطیب اسلام، رحمانیہ، ہری پور، ہزارہ

آج: 25 مارچ 2009ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ  
وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔  
اَمَّا بَعْدُ۔۔۔

چند ماہ پہلے ہمیں گھر بیٹھے بٹھائے ایک خط موصول ہوا جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف خت گستاخانہ طریقے سے بارہ سوال دائعے گئے تھے۔ ان سوالات کے ساتھ یہ خط بھی موجود تھا جس میں علمائے حق کو اس بدتمیز خط کا جواب لکھنے پر مجبور کر کے رکھ دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ خط ہم لفظ بہ لفظ شائع کر رہے ہیں۔ اسے پڑھ لینے کے بعد آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ہماری طرف سے جواب منظر پر آنے کی تمام تر ذمہ داری سائل پر عائد ہوتی ہے یا پھر سائل کو استعمال کرنے والی لابی پر عائد ہوتی ہے۔ خط یہ ہے:

بخدمت جناب پروفیسر ہارون الرشید تبسم صاحب و علمائے ربانی سرگودھا السلام علیکم! ذعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔ آپ دین کی خدمت کرتے رہیں، مخلوق خدا آپ کے علم سے سیراب ہوتی رہے۔ ہمیں ایک ایسی جماعت سے مجاہدہ کا معرکہ پیش آ گیا ہے جس نے ہمارے مسلک کو چیلنج کیا ہے کہ اگر تم بچے ہو تو ہمارے پیش کردہ سوالات کے تحریری جوابات پیش کریں اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو ہمارا موقف جو سراپا حق ہے، قبول کر لیں کہ یہی بات اہل حق کے شایان شان ہے۔

ہم نے مقامی علمائے الگ الگ رابطہ کیا اور انھیں صورت حال سے باخبر کر کے راہ نمائی کی (التماس کی) مگر ہر ایک نے تحریری جوابات دینے سے گریز کیا اور کچھ غنائے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو! میں نے جواباً عرض کیا کہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں بھی یہ مسئلہ اختلافی ہے؟ تو مولانا صاحب خاموش ہو گئے۔ مزید میں نے عرض کیا کہ اختلاف میں بھی ہمیشہ ایک فریق حق پر ہوتا ہے جب کہ دوسرا غلطی پر۔ تو اس مسئلہ میں بھی ہمیں حق کا پہلو تلاش کرنا چاہیے۔ خاموشی اور تذبذب کا رستہ تو تفاق کی علامت ہے۔ اہل حق ہمیشہ حق

کو قبول کر کے اس کی تائید کرتے ہیں جب کہ باطل کو رد کر کے اس کی پُر زور تردید کرتے ہیں۔ یا تو ہم کبیر کے فقیر بن کر اللہ کی تعظیم کے قائل بن کر بت دھرم ہو چکے ہیں یا باطل کا جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے یا پھر ہم ضد اور قصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور حق کو قبول کرنے والے جذبہ ایمان سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال میں ہم ذلالت فی لیاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں، جو ایمان سوز اور تباہ کن ہے۔

آپ سے خدا و مصطفیٰ ﷺ کے نام پر التجا ہے کہ ہماری راہنمائی فرمادیں! ہمیں ان سوالات کے جوابات سے آگاہ فرمادیں تاکہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو۔ ہمیں تہذیب کی کیفیت سے مکمل کر لائقین کی منزل پر لائے! اگر آپ نے بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہر رکی راہ نمائی نہ فرمائی تو روز قیامت آپ جواب دو ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ علمائے ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔ حق کو چھپانا تو سب سے بڑا ظلم و تعدی ہے۔

حق کبھی مطلوب نہیں ہوتا۔ جب ہم اہل حق ہیں، تو پھر خاموشی کا کیا مطلب۔ کیا باطل کی تردید ضروری نہیں؟ جب کہ دوسرے فریق دعوے سے کہتا ہے کہ آپ سوالات کے جوابات پیش کر کے حق کو سامنے لائیں، ہم قبول کرنے کو تیار ہیں کہ قرآن و سنت میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔

امید ہے آپ مایوس نہیں فرمائیں گے اور اہل حق ہونے کا ثبوت پیش کریں گے اور ہماری راہنمائی فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

طالب حق

غلام رسول نقشبندی

خطیب مرکزی جامع مسجد ریلوے روڈ، میاں والی واضح رہے کہ خط کے مسائل پر جن صاحب کو مخاطب کیا گیا ہے، ہم ان سے متعارف نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے انھیں سرگودھا کے علماء میں شمار ہوتے سنا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ان سوالات کے جواب ہم نے مسائل کو ذاتی طور پر اس کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیے تھے، مگر انہوں نے کہ اس کے باوجود سائنس نے علم کی طرف وہی گھسے پنے سوالات بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ مسائل کی اس حرکت سے ہم معاملے کی تہ تک پہنچ چکے ہیں، مگر فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے مسائل کے سوالوں کے جواب شائع کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔ جو جوابات ہم نے مسائل کو ذاتی طور پر بھیجے تھے، یہ مضمون ان کی نسبت زیادہ مفصل ہے۔

## سوالوں کے جواب

سوال ۱: فرمان خدا ہے: ایک مومن کو مہل قتل کرنے والا رائی جہنمی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے غلیظہ راشد سے بغاوت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کر دیا وہ کس قدر اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہوگا۔ وہ آپ کے علم و اعتقاد میں جتنی ہے جہنمی؟

جواب ۱: اولاً آپ نے جو فرمان خدا نقل کیا ہے اس کے بارے میں جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس شخص کے بارے میں ہے جو توبہ نہ کرے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۲۳۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ لَعَنَّا ذَلَّلْنَاهُمْ

یعنی جو شخص توبہ نہ کرے میں ضرور بخشے والا ہوں۔ (طہ: ۸۲)

اور حدیث شریف میں ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل نے جب اپنے دل سے توبہ کی تو اللہ نے اسے بخش دیا۔ (بخاری، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۵، المستدرک صفحہ ۲۵)

نیز مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُس شخص کے لیے ہے جس نے مسلمان کے قتل کو حلال سمجھا۔ (ابن جریر جلد ۳ پارہ ۵ صفحہ ۲۶۶، بخاری جلد ۱ ص ۲۳۱)

ثانیاً: اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اچھی نیت سے اپنی لاش جلانے کی وصیت کرنے والا بخشا گیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۵۹)

اور بُری نیت سے جہاد کرنے اور علم پڑھانے والا جہنم میں گیا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

مولانا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی نیت درست تھی۔ حضرت ابودرداء اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کرانے کے لیے زیر دست کو شیش فرمایا۔ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو انھوں نے فرمایا کہ میری جنگ صرف عثمان کے خون کی وجہ سے ہے۔ ملی نے قاتلوں کو پتا دے رکھی ہے۔ ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں عثمان کے قاتلوں سے خون کا بدلہ دلوانا۔ اہل شام میں سے سب سے پہلے میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ (الہدایہ، النہایہ ۲/۲۵۹)

مولانا علی خود فرماتے ہیں کہ ہمارے اور معاویہ کے درمیان اور کوئی اختلاف نہیں تھا، صرف



قون عثمان کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا۔ (ماہنامہ "فتح مبارک" ص ۲۰۰)

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اتنی قتل و غارت کے بعد بھی انھیں مسلمان قرار دیا ہے۔

حدیث: قَتَلُوا مِنْ الْمُسْلِمِينَ۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۵۳)

قتل حضور ﷺ مسلمان قرار دیں، ہمارے علم اور اعتقاد میں وہ جنتی ہے اور جو شخص اسے مظلوم یا ملعون اور جہنمی کہے وہ خود مظلوم، ملعون اور جہنمی ہے اور حبیب کبریا ﷺ سے نکر لے رہا ہے۔

حالات: حدیث پاک میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی کی مدد کے لیے گھر سے نکلا۔ راستے میں میری ملاقات ابوبکر سے ہوئی، انھوں نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا: اسے احنف ادا پس چلا جا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

إِذَا تَوَاجَعَا الْمُسْلِمَانِ يَسْفِهَمَا فَلْيَقَاتِلَا وَالْمَقْتُولُ فِي الشَّارِبِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۸، بخاری جلد ۱ ص ۱۵۴)

اس حدیث کو اگر آپ کی عینک سے پڑھا جائے تو دونوں طرف کے لشکر معاذا اللہ جہنم میں جا رہے ہیں، خواہ حق پر کوئی بھی ہو۔ اور اگر یہاں تاویل ضروری ہے تو یہی تاویل حدیث شمار میں بھی ضروری ہے۔

سوال 2:- قرآن و سنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف و جزا کیا ہے؟ کیا صحابی اور باغی کو ایک ہی ذمہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسلمان نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اور مرتد نہیں ہوا وہ صحابی ہے۔

قرآن شریف میں اللہ کریم جل شانہ کا ارشاد ہے کہ

وَإِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ فَاضْلَحُوا بِبَيْنِهِمَا فَاِنَّ بَغْيَ أَخِي أَخِيهِمَا  
عَلَى الْآخِرَىٰ فَمَا يَتْلُوا إِلَّاهُ تَبٰغْيٰى حَتّٰى تَقِيَّاءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ۔

یعنی اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے تو جو بغاوت کرتا ہے اس کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھو جب تک وہ اللہ کے حکم کی حریف رجوع نہیں کرتا۔ (المجادلہ ص ۱۰)

اس آیت میں مومنین کے دو گروہ آپس کا ذکر ہے جو آپس میں لڑ پڑیں۔ حکم یہ ہے کہ مومنوں کا ایک گروہ، اگر مومنوں کے دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو مظلوم کا ساتھ دو۔ یہاں بغاوت کرنے والے کو بھی مومن کہا گیا ہے اور جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہو اسے بھی مومن کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی ہونے کے باوجود مومن ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَيَعُونُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔

یعنی ظلم کرنے والے لوگ حق کے بغیر بغاوت کرتے ہیں۔ (شوری ص ۴۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایک بغاوت حق پر ہوتی ہے اور دوسری بغاوت حق کے بغیر ہوتی ہے۔ یہی بات اہل لغت نے بھی لکھی ہے۔ امام راغب اصفہانی رضی اللہ عنہ کی آیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

فَخَصَّ الْعُقُوبَةَ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے حق کے بغیر بغاوت کرنے پر تاراشگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(المفردات ص ۵۲)

اسی آیت سے لفظ بغاوت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الْبَغْيُ قَدْ يَكُونُ مَحْمُودًا وَمَذْمُومًا۔

یعنی بغاوت اچھی بھی ہوتی ہے اور بری بھی۔ (المفردات ص ۵۳)

"المنہج" میں بغاوت کے دو معنی لکھے ہیں:

(۱) تلاش کرنا یا مطالبہ کرنا

(۲) ظلم اور نا فرمانی کرنا۔ (المنہج ص ۹۴)

قرآن اور لغت کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ باغی کا لفظ وسیع ہے اور ہر باغی کافر اور جہنمی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ کا اطلاق مومنین صادقین پر بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے علامہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بغاوت کے باوجود مجتہد تھے، لہذا ان پر کوئی گناہ نہیں۔ لکنہم محتجدون فلا اثم علیہم۔ (شرح ترمذی جلد ۲ ص ۲۰۶)

ثانیاً: باغی کا معنی کچھ بھی ہو، نبی کریم ﷺ اپنے کسی غلام کے لیے یہ لفظ استعمال فرمائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ ﷺ لڑے ہیں اور چھوٹوں کو تہنید اور سب کر سکتے ہیں۔ جس طرح

اللہ کریم نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ

وَعَصِي اَدَمُ رِبَّةً فَعَوَى۔ (نہ: ۱۲۱)

اس آیت کا ترجمہ علمائے اہل طریح فرمایا ہے کہ آدم سے اپنے رب کے حکم میں انحراف واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (ترجمہ کنز الایمان اراغی حضرت)

حالانکہ قرآن کے اصل الفاظ عَصِي اور عَوَى ہیں۔ عَصِي کا لفظی معنی ہے: نافرمان ہوا، اور عَوَى کا لفظی معنی ہے گم راہ ہوا۔ کیا آپ یہ جرات کر سکتے ہیں کہ جس طرح آپ نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے لفظ کی وجہ سے باغی کہا ہے اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کو بھی۔ معاذ اللہ۔ غاصی اور غاوی کہہ دیں؟

اگر یہاں ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت تاویل پر مجبور کر دی ہے، تو اسی طرح ہمیں بھی حضرت امیر معاویہ علیہ السلام کی صحابیت اور ان کے فضائل تاویل پر مجبور کر رہے ہیں۔

ثالثاً: جسے ہم صحابی کہہ رہے ہیں اور آپ باغی و مرتد ثابت کر رہے ہیں اسی کو نبی کریم ﷺ نے مولا علی سے جنگ لڑ چکنے کے بعد مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری ۵۲۷/۱)

لہذا نبی کریم ﷺ کے فیصلے کے مطابق وہ صحابی ہی تھے، باغی و مرتد نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو، وہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ (بخاری ۵۲۱/۱)

لہذا امیر معاویہ علیہ السلام صحابی ہیں، باغی اور مرتد نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہو چکی ہے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۴۱)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ علیہ السلام ہیں اور اس حدیث میں ان کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے۔ فی ہذا الحدیث منقبت لمعاویہ۔

(حاشیہ بخاری جلد ۱ ص ۴۱)

لہذا امیر معاویہ علیہ السلام جنتی ہیں نہ کہ مرتد۔ اور جو شخص اتنی تصریحات کے باوجود امیر معاویہ پر زبان درازی کرتا ہے، وہ خود باغی ہے اور مرتد ہو کر مرے گا۔ مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِأَلْحَابٍ۔ ”جو اللہ کے ولی سے عداوت رکھتا ہے اس کے خلاف اللہ کا اعلان جنگ ہے۔“

سوال 3:- احادیث متواتر کا ماننا مثل قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد عمل ہدایت ہے یا گم راہی؟

جواب:- حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر نہیں۔ اور اگر اسے کسی نے متواتر کہہ بھی دیا تو بالتحقیق اس حدیث کا تواتر ثابت کرنا ناممکن ہے۔ اس حدیث کے تواتر پر آپ کا وثوق آپ کی خود غرضی اور عدم تحقیق کا بہترین مظہر ہے۔

اور اگر یہ حدیث متواتر ہو بھی تو پھر کیا ہوا؟ کس بد بخت نے اس حدیث کا انکار کیا ہے؟ انکار تو ہم صرف اس مطبوعہ کا کر رہے ہیں جو آپ نے پوری امت کے خلاف کھل اپنی ذاتی رائے سے کشید کر لیا ہے۔ بتائیے! اس حدیث سے امیر معاویہ علیہ السلام کا جنتی ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟

بعض اوقات بغاوت کرنے والا ظالم ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل باغی ظالم تھے۔ کبھی ظلم ران اور بغاوت کرنے والے دونوں مجتہد ہوتے ہیں اور محض نیک نیتی کی بنا پر جنگ ہو جاتی ہے جیسا کہ مولا علی اور حضرت امیر معاویہ علیہ السلام میں جنگ ہوئی اور مولا علی و سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ ہستیاں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق حق پر تھیں۔ اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے جس فوج کو باغی گروہ قرار دیا ہے فتنۃ باغیہ (مسمیہ بلکہ مسلمہ ۲۹۵) اسی فوج کو مسلمان گروہ بھی قرار دیا ہے فتنین من المسلمین (بخاری جلد ۱ ص ۴۱) اور مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرمادے ہیں کہ یہ کھل برا درانہ اختلاف تھا۔ (ماصل ”لج البلاغ“ صفحہ ۴۴)

سوال 4:- اجتہاد کی تعریف۔ اجتہاد کب روا ہے؟ اجتہاد بالقلم یا بالسیف ہے؟ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے، جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد کو اپنی صریح خطا کا علم و یقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہ؟

جواب:- جس مسئلے کا حل قرآن و سنت اور اجماع میں نہ ملے قیاس کے ذریعے اس کا حل نکالنا اجتہاد کہلاتا ہے۔ واضح حکم موجود نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجتہد کے لیے قرآن و سنت کا عالم ہونا اور اجتہادی مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مجتہد کو اپنی خطا کا علم ہو جائے تو اس پر رجوع کرنا لازم ہے، لیکن اگر اسے اپنی خطا کا علم نہ ہو سکے اور وہ خود کو حق پر ہی سمجھ رہا ہو تو اس کی خطا معاف ہے بل کہ اسے اجتہاد کی خطا پر بھی اجر ملے گا۔ (مسلم بخاری، مشکوٰۃ ص ۲۲۲)

ثانیاً: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ مسئلہ واقعی اجتہادی تھا اور اس میں غلط فہمی کی واضح گنجائش موجود تھی اور صرف امیر معاویہ ہی نہیں بل کہ ائمہ المؤمنین رضی اللہ عنہم میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا۔ مجتہد کا اپنے موقف پر ڈٹے رہنا یا



**پنھنیں و عداوت رکھنے والا، نا فرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق و مرتد؟**

مالاں اور جہاد کی شرائط کچھ بھی ہوں، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشہد (فتیہ) قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۲)

لہذا یہ سوال آپ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھیے کہ مجتہد کی شرائط کیا ہیں اور آپ نے معاویہ کو  
 اذیت کیوں قرار دیا ہے۔

علمائے اہل حق کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا، لہذا کسی پر کوئی گناہ نہیں۔ قال العلماء: الخ۔

بلوخت کی ان کتاب ”شرح عقائد نشی“ میں ہے کہ

فقد محاميل و تاويلات۔ (شرح عقائد کبلی صفحہ ۱۶۴)

۴۷۔ مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو

كان عن خطأ في اجتهادهم۔ (شرح فقہ کبیر صفحہ ۶۵)

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اجتہادی تھا۔ (نہر اس صفحہ ۲۰۷)

امام عبد الوہاب شہرانی لکھتے ہیں کہ

کبھی گالی نہیں دی۔ عربی زبان میں گالی کو بھی ”سَبّ“ کہتے ہیں اور تارنگی یا ڈانٹ ڈپٹ کرنے کو بھی سَبّ کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ دو آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کی تاغریانی کی تو آپ ﷺ نے انہیں سب کیا۔ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

کل مجتهد مصیب او المصیب واحد و المخطی معلوم بل ماجور۔

(الحق اقيمت) (الحق اقيمت)

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۷)

فرمائیے! جس مسئلے کے اجتہادی ہونے کا اشارہ حدیث میں موجود ہے۔ ذمہ اہما

واحداً۔ (بخاری، مسلم، ترمذی و ابن ماجہ)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر نہیں کسی مسلمان کو سب کروں یا اس پر لعنت بھیجوں تو اسے اس کے گناہوں کا کفارہ دینا اور رحمت میں تبدیل کر دینا۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۳۳)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی اسے اجتہادی سمجھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اختلاف صرف

خونِ عثمان میں تھا۔ (شیخ الاسلام رضوی رحمہ اللہ)

کیا کوئی مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ حبیب کریم ﷺ نے کسی کو گالی دی ہوگی؟ معلوم ہو گیا کہ عربی زبان میں سب دشتم سے مراد کسی سے ناراضگی کا اظہار بھی ہوتی ہے۔ خصوصاً حضرت مولا علی کو سب کرنے سے کیا مراد تھی؟ اس کے بارے میں بھی حدیث سن لیجئے!

اور اسی لیے فرماتے ہیں کہ دونوں طرف کے مقتول جنتی ہیں۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۹)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ پوری امت کو اجتہادی نظریہ آ رہا ہے آپ کی فساد ی نگاہ کو اس کا اجتہادی ہونا کیوں دکھائی نہیں دیتا؟ پہلے آپ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت کے علماء کے مقابلے پر اپنی اوقات، علم اور قوت فیصلہ کے بارے میں ہمیں آگاہ فرمائیں!

سوال 5:- نبی پاک ﷺ کو بالواسطہ یا باواسطہ کالیاں دینے والا، تنقیض و توہین کرنے والا،

ایک آدمی نے حضرت سہلؒ سے کہا کہ مدینہ کا فلاں امیر منبر پر کھڑا ہو کر حضرت علی کو گالیاں دیتا ہے۔ حضرت سہلؒ نے پوچھا: وہ کیا الفاظ کہتا ہے؟ اس نے کہا: وہ حضرت علی کو ”ابو

تراب" کہتا ہے۔ حضرت سہل بن ہنس پڑے اور فرمایا: اللہ کی قسم اس دم سے انھیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا ہے اور خود حضرت علی کو یہ نام سب سے زیادہ پیارا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲۵)

واضح رہے کہ اس حدیث شریف میں حضرت معاویہ کی بات ہی نہیں ہو رہی۔ یہاں مروان بن حکم کی بات ہو رہی ہے جو مدینہ کا گورنر تھا۔

اس قسم کی باتیں جب متعصب اور قبیحہ باز شیعوں کے ہاتھ لگیں تو انھوں نے ایسی ہی باتوں کو پانچ گامی اور براہ راست ٹوک چوک لگا لیاں بنا ڈالا اور تاریخ کی کتابوں میں لکھ ڈالا۔ سب کا ترجمہ گالی پڑھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید خدا غواستہ ماں بہن کی گالیاں دی گئی ہوں گی، حالاں کہ کوئی مائی کالا تاریخ کی کتابوں میں ایسی گندی گالیاں نہیں دکھا سکتا۔

**سوال 6:** - خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔ فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

**جواب:** - خلیفہ راشد کی خلافت تحقیق ہو جانے اور طے پا جانے کے بعد اس کی اطاعت فرض ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چون کہ عدم اطاعت کے لیے خون عثمان کے سبب تاویل موجود تھی اور اس وقت تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت مستحکم بھی نہیں ہوئی تھی کہ نافرمانی فرض ہو کر نہ تھی۔ لہذا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جھٹ سے بدتمیزی کرنے کی بجائے ادب اور احتیاط کا دامن تھا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهُمْ عَصَى عَنْ رَأْيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَفِيهِ عِندِي عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

یعنی صحابہ کے اختلاف کے باوجود اگر کوئی شخص کسی ایک کی بھی پیروی کر لے گا تو وہ اللہ کے نزدیک ہدایت پر سمجھا جائے گا۔ (مسند احمد صفحہ ۵۵۳)

روافض کی کتاب "احتجاج طبری" میں ہے کہ

اِخْتِلَافُ أَصْحَابِي لَكُمْ رَحْمَةٌ۔

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔ (احتجاج طبری جلد ۱ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے اور آپ اس اختلاف پر انھیں جہنم واصل کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما ایک دسترخوان پر موجود ہوں اور آپ کی بدتمیزیاں آپ کے گلے کا پھندا بن چکی ہوں۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ عَنَّا مَا فِي صَلَواتِهِمْ مِنْ عَلِيٍّ اِخْوَانًا عَلَيَّ سَوِيًّا مُتَّقَاتِينَ۔

یعنی ہم ان کے دلوں سے ناراضگیاں محکم کر دیں گے، وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے اور ایک

دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ (حجر: ۴۷)

مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں، طلحہ، زبیر اور عثمان انھی لوگوں میں شامل ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔

(نسائی جلد ۸ صفحہ ۱۷۲، البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۹، بے شمار تفسیر)

**سوال 7:** - ایک صاحب ایمان تمام ارکان و فرائض اسلام و مجمع ضروریات دین و ایمان پر چست یقین و اقبال رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیر و کار ہے۔ امیر عامر معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد و ایمان و علم میں تکمیل ایمان کا دار و مدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن و سنت میں اس کے جواز میں کیا دلائل ہیں؟

**جواب:** - یہی بات ایک قادیانی، خارجی اور رافضی بھی کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی ان سب چیزوں کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر اپنی مرضی کی صرف ایک ڈنڈی مارتے ہیں اور یہی حال آپ کا بھی ہے۔

ثانیاً: آپ نے سوال میں اپنے آپ کو صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیر و کار لکھا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کے بعد آپ کی یہ بات جھوٹی ثابت ہو گئی۔ نیز آپ نے سوال نمبر گیارہ میں لکھا ہے کہ ضدی و متعصب ملاں و صوفی معاویہ کی حمایت پر مصر ہے۔ یہ جملہ لکھنے کے بعد آپ خود کو اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیر و کار کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ پرانے اولیا کو ماننے ہیں تو ان اولیا رضی اللہ عنہم کا عقیدہ بھی وہی تھا جو ہمارا عقیدہ ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عمرو بن شراحیل ہمدانی، حضرت عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کے روحانی مشاہدات اور عقائد ہم عن قریب بیان کریں گے۔ یہاں ذرا دلیلوں کے سردار حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا ابرشا و گرامی بن لیجیے!

آپ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ، تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف لوٹا دینا چاہیے۔ وہ



سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے عیوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو چاہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔ (نفع اللہین صفحہ ۱۸۶)

اولیائے امت مل کر تمام اولیاء کے سردار جو کچھ فرما رہے ہیں وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ ان اولیاء کو چھوڑ کر خدا جانے آپ کون سے اولیاء کے پیروکار ہیں۔

جاء: صحیب کریم ﷺ نے فرمایا کہ

دَعُوا لِيْ اَصْحَابِيْ وَ اَصْحَابِيْ

”میری خاطر میرے صحابہ اور میرے سرال کو کچھ نہ کہا کرو!“

اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو صحابی نظر نہیں آئے تو کم از کم محبوب کریم ﷺ کے سرال رشتے کا بھی حیا کر لیا ہوتا۔

رابعاً: ایمان کا دار و مدار قرآن و سنت کو ماننے، صحابہ و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا ادب کرنے اور دیگر بہت سی باتوں پر ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اسی دار و مدار کا ایک حصہ ہیں جس طرح کسی بھی دوسرے صحابی کو گالی دینا یا جہنمی کہنا خود جہنمیوں والی حرکت ہے اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی گالی دینا یا جہنمی کہنا دوزخیوں والی حرکت ہے۔

ایک صحابی رسول جو اللہ کو بالکل اسی طرح مانتا ہے جس طرح مولا علی مانتے ہیں، مولا علی ہی کی طرح نبی کریم ﷺ کو مانتا ہے، مولا علی ہی کی طرح ایمان رکھتا ہے اور اسی کا دعویٰ کرتا ہے۔ مولا علی خود فرمائیں کہ میں اس سے اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں زیادہ نہیں ہوں اور نہ ہی وہ مجھ سے زیادہ ہے، ہمارا معاملہ بالکل ایک جیسا ہے، اختلاف صرف خون عثمان میں ہے اور ہم اس خون سے بری ہیں۔ (لج البلاغہ صفحہ ۴۴۴)

تقریباً یہی بات بخاری اور مسلم کی حدیث میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلَ فِتْنَانِ عَظِيْمَتَانِ تَكُوْنُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ وَ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

یعنی قیامت اُس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دو عظیم گروہوں کے درمیان زبردست جنگ نہ ہو، اُن دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۔ (بخاری: جلد ۲، صفحہ ۳۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۵)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دو

گروہوں سے مراد حضرت علی اور حضرت معاویہ کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اِخْوَانُنَا يَبْعُوْنَا عَلَيْنَا۔

یعنی ہم پر بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔

(سنن ابی داؤد جلد ۸، صفحہ ۷۷، الاصحاح المذات جلد ۲، صفحہ ۳۱)

یہی حدیث شیعہ کی کتاب ”قرب الاسناد“ میں بھی موجود ہے۔ (قرب الاسناد جلد ۲، صفحہ ۲۵)

تو اب آپ بتائیے کہ ان صاف اور سیدھی باتوں کے باوجود امیر معاویہ کو گالیاں دینے کے لیے آپ کے پاس قرآن و سنت میں کیا دلائل موجود ہیں؟ جس شخص کو مولا علی ایمان اور اسلام میں مکمل طور پر اپنے جیسا قرار دیں، اُسے اپنا بھائی کہیں، نبی کریم ﷺ بھی اُن کی برابری کی تصدیق فرمائیں اور اُسے مسلمانوں کے گروہ میں سے قرار دیں، اُسے جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانے کا شوق آپ پر کیوں سوار ہے؟

نبی کریم ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا ہے۔ مولا علی فرما رہے ہیں کہ معاویہ ہمارا بھائی ہے۔ اب بتائیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان کون سا رشتہ ثابت ہوا؟ دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیرہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ دینی رشتہ کے علاوہ برادر رشتہ ہونا بھی شک سے بالاتر ہے۔ اب بتائیے کہ امیر معاویہ کو گالی دینا نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ نہیں؟

اب ذرا اپنے سوال کا جواب طویل القدر تابعین کی زبانی لفظ بہ لفظ سن لیجیے امام زہری رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ بعض لوگوں نے ان پر شیعہ ہونے کا شک کر دیا ہے۔ یہی امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا: اے زہری! سن لے! جو شخص ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت پر مراء اور اس نے گواہی دی کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم ہیں اور امیر معاویہ سے رحم دلی کا رویہ رکھا، اللہ تعالیٰ اس کا مزدار ہے کہ اس سے حساب نہ مانگے۔ (البدایہ النہایہ جلد ۸، صفحہ ۱۳)

حضرت ابوتوبہ رضی اللہ عنہ نے حبیبہ فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال صحابہ کرام کے لیے ایک پردے جیسی ہے۔ جس شخص نے آپ پر زبان درازی کر دی، اس کی ہچکچ اتر گئی اور اس کے لیے باقی صحابہ پر زبان درازی کا دروازہ کھل گیا۔ (البدایہ النہایہ جلد ۸، صفحہ ۱۴)

ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں نقص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک معاویہ میں عیب نکالتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیرا برا ہوا کیا یہ میرا صحابی نہیں ہے؟ آپ نے یہ بات سن کر ہنس دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک نیرہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارا انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت سچ سچ کسی نے مار دیا ہے۔

(الہدایہ النبیہ جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

اب آپ خود سوچ لیجیے کہ ایمان کی تکمیل کا دار و مدار امیر معاویہ پر ہے یا نہیں۔

سوال 8:- إِنَّ اللَّهَ خَيْرٌ مِنَ الْجَنَّةِ عَلَى مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ بَيْتِي أَوْ قَاتَلَهُمْ أَوْ أَكْفَأَ عَلَيْهِمْ أَوْ صَبَّاهُمْ

”بے شک اللہ نے حرام کر دیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے والے کی اعانت و مدد کی یا ان کو گالی دی۔“

یہ سب کام معاویہ نے کیے۔ اس حدیث کی رو سے معاویہ کے چہنچی ہونے میں قطعاً شک نہ رہا، لیکن حواری ممالک اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھسیٹ گھسیٹ کر جنت لے جانے کی کوشش میں کامیاب ہوں گے یا خود بھی اس کے ساتھ جہنم کا عید سنیں گے؟

جواب:- اذنا: آپ نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا۔

ثانیاً: اہل بیت کی تین اقسام ہیں:

سب سے بڑی اور حقیقی قسم اصل اہل بیت ہے وہ ازواج مطہرات اور چار شہر ادیاں ہیں۔ ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا سورۃ احزاب میں نص سے ثابت ہے۔

دوسری قسم داخل اہل بیت ہے جن میں مولیٰ علی اور حسینؑ شامل ہیں۔

تیسری قسم احق اہل بیت ہیں جیسے حضرت سلمان فارسیؑ، عقیلؑ اور امّت کے منتخب لوگ۔

(سبح سائل اردو صفحہ ۹۴)

اب آپ بتائیے جب مولیٰ علی اور ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی جنگ ہوئی تو دونوں طرف اہل بیت تھے کہ نہیں؟ اور سیدہ صدیقہؓ اعلیٰ درجہ کی اہل بیت ہیں کہ نہیں؟ اہل بیت ہونے

کے ساتھ ساتھ وہ مولیٰ علی کی ماں تھیں کہ نہیں؟ اور قرآن کے مطابق ماں کو ناف کہنا بھی منع ہے کہ نہیں؟ اب آپ کا مولیٰ علی پر کیا فتویٰ ہوگا؟

ہمارے نزدیک اس جنگ میں بھی اجتہادی اختلاف ہوا تھا اور اس جنگ میں بھی تحقیق کے لحاظ سے مولیٰ علی کا موقف درست تھا، مگر فریق ثانی ان سے بڑھ کر اہل بیت تھا۔ ان کی شان میں بدتمیزی کرنا بے درجہ اولیٰ منح ہے۔ حضرت موسیٰ ہارونؑ کے درمیان ناراضگی کا ذکر قرآن میں موجود ہے، چھوٹا بھائی اپنے بڑے خلیفہ بھائی سے ناراض ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو داڑھی مبارک سے اور سر کے بالوں سے پکڑ لیا۔ (حاصل جلد ۹۴)

لیکن چوں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے، لہذا ہمیں ادب کی وجہ سے خاموش رہنا چاہیے۔ مولیٰ علی اور سیدہ صدیقہؓ میں ناراضگی ہو گئی۔ (عام کتب تاریخ)

مولیٰ علی اور سیدۃ النساءؓ میں جھگڑا ہوا اور سیدۃ النساءؓ نے نبی کریم ﷺ کے ہاں چلی گئیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي

جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ (بخاری جلد ۵ صفحہ ۵۲۲)

اگر آپ میں معمولی بھی خدا خونی اور احتیاط کا مادہ موجود ہے تو اس خطرناک صورت حال میں خاموشی کو ہی ترجیح دیں گے اور اگر قسمت پست چکی ہے اور بد بختی غالب آگئی ہے تو بھاری بجلی کے خطرناک تاروں میں انگشت زنی کرتے رہیے۔ اہل سنت ایسے معاملات میں ادب کی وجہ سے خاموش رہا کرتے ہیں۔

ثالثاً: حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے اہل بیت سے جنگ کی اس کے ساتھ میری جنگ ہے اور جس نے ان سے صلح کی اس سے میری صلح ہے۔ آپ کو حضرت امیر معاویہ کا مولیٰ علی سے جنگ لڑنا تاریخ میں نظر آ گیا ہے تو فرمائیے کہ اس جنگ کے بعد امام حسنؑ سے صلح کرنا نظر کیوں نہیں آیا؟

سوال 9:- مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنَنِي بِالْحَرْبِ یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت

و مخالفت کی میرا اُس سے اعلان جنگ ہے۔ تو جس نے عمر بھر امام الاولیاء سے جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علیؑ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرنا اور کرتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلان جنگ کی شدت کا کیا عالم ہوگا۔



ایسے شخص پر اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

جواب: ”مَنْ عَادَى لِيُ وَدَّيَا فِي مَوَالِي كَاخْوَصِي نَامِ نَحْبِيسَ، بَلْ كَهْ جَسْ طَرَحِ مَوَالِي  
اللہ کے ولی ہیں اسی طرح امیر معاویہ بھی اللہ کے ولی ہیں۔ ہاں درجات کا فرق ضرور  
ہے۔ درجات اور مراتب کا فرق جس طرح انبیاء علیہم السلام میں پایا جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرام  
بھی سارے ایک جیسے نہیں ہیں۔“

آپ نے یہ حدیث اس مفروضے کی بنا پر نقل کی ہے کہ امیر معاویہ اللہ کے ولی نہیں ہیں۔ یہ  
آپ کا خانہ ساز مفروضہ ہے جس کی تردید ہم ساتھ ساتھ کرتے آ رہے ہیں۔ اور یہ جنگ ایک  
ولی کی دوسرے ولی کے ساتھ تھی جس طرح اہل بیت کی باہمی رنجش تھیں۔ اللہ کے ان پیاروں پر  
باہمی جھگڑوں کے باوجود رحمت ہی رحمت ہے اور انہیں برا کہنے والوں پر اللہ کا غضب ہے خواہ  
رائضی ہوں یا خارجی۔

سوال 10: ”مومن ہی علی سے محبت کرے گا اور منافق ہی علی سے بغض رکھے گا۔“

معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ و جدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور کرنا  
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی روشنی میں  
معاویہ مومن ہے یا منافق؟

جواب: ”امیر معاویہ کے دل میں مولیٰ علی کا بغض نہیں تھا۔ اور نہ ہی وہ جنگ و جدل بغض کی بنا  
پر تھا۔ جس طرح سیدنا موسیٰ و سیدنا ہارون علیہ السلام کے دلوں میں ایک دوسرے کا بغض نہ تھا، مگر  
حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی مبارک پکڑ لی اور جس طرح مولیٰ علی کے  
لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں بغض نہ تھا، مگر پھر بھی جنگ ہوئی اور سیدۃ النساء الفاطمہ الزہراء  
رضی اللہ عنہا اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جھگڑا ہوا۔“

معلوم ہوا کہ جنگ یا جھگڑے کے لیے بغض کا ہونا ضروری نہیں۔

ثانیاً: یہ حدیث ترمذی میں ہر صحابی کے بارے میں بھی موجود ہے کہ

”مِنْ اِحْبَبِّهِمْ فَبِحَبِّى اِحْبَبُّهُمْ وَ مِنْ ابْغَضِهِمْ فَبِغَضِى ابْغَضُهُمْ۔“

(ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ ۵۵)

سوال 11: ”ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی دشمنی ہونے پر اجماع ہے۔ جب  
نہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا انتشار ملت

کو پروان چڑھا کر امتحان ملت کو چاہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بنا قائم کرنے  
والا۔ قاتل آل و اصحاب باغی کا کردار یزید کے کثوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین  
کش ہے۔ یہ ایں ہمہ ضدی و متعصب ملاں و صوفی یزید اول (معاویہ) کی حمایت پر مصر  
ہے۔ کیا یزید اول (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار و کثوت میں مماثلت نہیں ہے؟

جواب: ”اولاً: آپ کے یہ قول جب ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی  
ہونے پر اجماع ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ وہی اہل حق امیر معاویہ کے جہنمی ہونے پر  
متفق کیوں نہیں ہوئے؟ جب کہ آپ ہی کے یہ قول امیر معاویہ یزیدیت کا بانی اور یزید  
کے کثوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ اس کے لیے آپ کو کھینچنا پڑا اور  
محنت کیوں کرنا پڑی ہے۔ آپ کم از کم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو اہل حق مانتے ہی ہوں  
گے۔ ہمیں بتائیے کہ انھوں نے چھوٹے یزید کے خلاف تلوار کیوں اٹھائی اور بڑے یزید  
کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی؟ یہ سوال حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ پر  
دار کیا جا رہا ہے۔ (کشف المحجوب، صفحہ ۷۷)

آپ اپنے سوال نمبر 7 میں اولیاء امت کا ادب و عشق رکھنے اور پیر و کار ہونے کا دعویٰ کر  
چکے ہیں۔ لہذا حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے امیر معاویہ کو اہل حق مان لیجیے  
ورنہ اولیاء اللہ کی پیروی کا فریب دینا چھوڑ دیجیے!

ثانیاً: آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید اول، بدتر ایمان سوز اور دین کش کہا ہے۔  
ہم یہ معاملہ اللہ ذوالجلال کے سپرد کرتے ہیں جو بڑی غیرت والا قہار ہے۔ فَسَتَعْلَمُ اَنَّ  
مُنْقَلِبَ تَنَقُّبِ۔“

ہم زیادہ سے زیادہ حلیہ کریم رضی اللہ عنہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے یہی عرض کر سکتے ہیں کہ  
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی شَرِّكُمْ۔ صحابہ کو گالیاں دینے والو! تمہارے شر پر اللہ کی لعنت۔

(ترمذی، جلد ۲، صفحہ ۲۲۵)

ثالثاً: امیر معاویہ اور یزید کے کردار میں آپ کی مزعومہ مماثلت نہیں ہے۔ چہ نسبت خاک را  
با عالم پاک۔ مولیٰ علی فرماتے ہیں کہ میں امیر معاویہ سے بہتر نہیں۔ بل کہ ہم میں مکمل مماثلت  
ہے۔ مولیٰ علی نے امیر معاویہ کو اپنا مماثل قرار دیا ہے (صحیح مسلم، صفحہ ۲۲۲)

اور آپ انھیں یزید کا مماثل بل کہ اس سے بھی بدتر کہتے ہیں۔ صغریٰ کبریٰ ملا کر جواب

دیکھیے۔ آپ نے مولانا کو کیا کہہ دیا ہے؟ معاذ اللہ!

سوال 12:- وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَانْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

”اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔“

تو کیا ایک باغی دین و ملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟ اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کفر نہیں؟

جواب:- امیر معاویہ باغی دین و ملت نہیں ہیں، بل کہ صحابی ہیں۔ ہم حدیث شریف لکھ چکے ہیں کہ صحابہ کا اختلاف رحمت ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۲، حجاج طبری جلد ۲ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷)

اور جنگ کے باوجود امیر معاویہ مسلمان ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں صحابی بھی مانا ہے اور فقہ بھی۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۲)

لہذا امیر معاویہ کو صحابی کہنا حق و باطل میں تلخیس نہیں ہے، بل کہ انھیں باغی دین و ملت کہنا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث سے نکل لینا ہے۔ مولانا اور امیر معاویہ دونوں حق ہیں جب کہ یزید باطل ہے، امیر معاویہ کو یزید کے ساتھ ملانا حق و باطل کی تلخیس ہے۔

اس سوال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننے سے حق و باطل کی تلخیس ثابت کرنا اور پھر اس پر وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کو چسپاں کرنا جو اس موضوع پر بہ طور نص وارد ہی نہیں ہوئی اور پھر امیر معاویہ کو صحابی ماننے کو اس آیت کے انکار کے مترادف قرار دینا ایسی حرکت ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ سوال گھڑنے والا آدمی یا نولہ عالم نہیں ہے۔ اس طرح کی چالانہ حرکتیں بعض دوسرے سوالوں میں بھی پائی جاتی ہیں جن پر ہم نے بحث نہیں کی بل کہ خود حسن ظن سے کام لے کر مسائل کے مفہوم کو سیدھا کر لیا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ مسائل نے صرف اس ایک موضوع پر چند کتابیں پڑھ لی ہیں اور کسی بدتمیز کی صحبت میں کچھ وقت گزارنے کی وجہ سے منہ پھٹ ہو گیا ہے۔

مسائل کو جہالت کی وجہ سے اصل سوال اٹھانے کا سلیقہ نہیں آیا۔ ذیل میں ہم ازراہ احسان و سوال خود اٹھا کر اس کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال:- حدیث عمار کے آخری الفاظ تَدْعُهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَ يَدْعُونَكَ إِلَى النَّارِ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمار کا موقف جنتیوں والا تھا اور حضرت امیر معاویہ کا موقف جہنمیوں والا تھا۔ نیز یہ حدیث فضیلت سیدنا علی و عمار پر نص ہے اور نص کے ہوتے ہوئے اجتہاد

کرنا جائز نہیں۔

جواب:- اولاً: یہ حدیث ضعیف ہے۔ حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”فتح الباری“ میں اسے ضعیف قرار دیا ہے اور حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْأَمْرُ كَذَلِكَ لَئِنْ فِي سَنَدِهِ ضَعِيفًا يَسْقُطُ الْأَسْتِدْلَالُ بِهِ۔

یعنی بات اسی طرح ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے جس کی وجہ سے اس حدیث سے استدلال ساقط ہوتا ہے۔ (تلمیذ ابن حجر صفحہ ۲۵)

فرمایئے! آپ نے ضعیف حدیث کو نص کیسے کہہ دیا؟

ثانیاً: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے پہلے کسی کو کیا خبر تھی کہ یہ اسی جنگ میں شہید ہوں گے؟ ان کی شہادت سے پہلے یہ حدیث اجتہاد سے منع کرنے والی نص کیسے ٹھہر گئی؟ بل کہ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ اجتہاد میں مولانا علی حق پر تھے، چنانچہ حضرت مولانا علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیدنا علی کا اجتہاد صحیح ہونا اور سیدنا معاویہ کا اجتہاد صحیح نہ ہونا حضرت عمار والی حدیث سے واضح ہوا۔ ومما يدل على صحة اجتهداه وخطاه معاوية ص في مراده الخ۔ (شرح نقباء کبر صفحہ ۶۵)

باقی رہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی فضیلت، تو یہ اجتہاد ان کی فضیلت اور مناقب کے بارے میں نہیں تھا بل کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو تلاش کرنے کے بارے میں تھا۔

ثالثاً: ان الفاظ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے لیے جہنم کا اتھاق ثابت ہو رہا ہے۔ شرط کے قاتلوں کی بخشش کا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بخشش کے بے شمار اسباب موجود ہیں۔ مثلاً جس مسلمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ ہرگز جہنم میں نہیں جائے گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵)

حدیث قسطنطنیہ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)، سیدنا امام حسن سے صلح والی حدیث (بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۲) وغیرہ راجعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

إِذَا تَوَاجَعَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَأَلْقَا نِزْلَ الْمَقْتُولِ فِي النَّارِ۔

یعنی جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ (مسلم ۴۲۸۹، بخاری ۹/۱)



اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ایسا قاتل اور مقتول مراد ہیں جن کے پاس جنگ کے لیے کوئی تاویل اور بہانہ موجود نہ ہو اور ان کی جنگ محض تعصب کی بنا پر ہو۔ اور ان کے جہنم میں جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ جہنم کے حق وار ہوں گے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اہل حق کا یہی مذہب ہے اور اس طرح کی تمام احادیث میں یہی تاویل ضروری ہے۔ صحابہ کرام کے درمیان جس قدر جنگیں ہوئی ہیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں۔ اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور ان کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگام دی جائے اور ان کی جنگوں کے بارے میں تاویل سے کام لیا جائے۔ صحابہ مجتہد تھے اور ان کے پاس جنگ کی معقول وجہ موجود تھی۔ انہوں نے نافرمانی کا ارادہ ہرگز نہیں کیا اور نہ ہی دنیا کے لیے جنگ لڑی ہے بل کہ ہر فریق نے یہی سوچا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اور اس کے خلاف جنگ لڑنا واجب ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے۔ ان میں سے بعض کا موقف درست تھا اور بعض کو غلطی لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس غلطی میں معذور تھے۔ ان کی یہ خطا اجتہادی تھی اور مجتہد سے جب خطا ہوتی ہے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے۔ یہ ہے اہل سنت کا مذہب۔ ایسی صورت حال میں فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد ہجرت کا شکار تھی، وہ دونوں گروہوں سے الگ ہو کر کھڑے رہے اور کسی کی طرف سے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انہیں یقین ہوتا کہ حق کس طرف ہے تو وہ ضرور حق کا ساتھ دیتے اور پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوتے۔ (شرح النووی ج ۱ ص ۳۹۰)

امام نووی کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث عمار کو اگر اس موضوع پر نص سمجھا گیا ہوتا تو بے شمار صحابہ ہرگز غیر جانب داری اختیار نہ کرتے۔

اگر حدیث عمار کو اس کے ظاہر پر رہنے دیا جائے اور ایک گروہ کو جہنمی کہا جائے تو ہماری پیش کردہ بخاری اور مسلم کی متفقہ حدیث دونوں گروہوں کو معاذ اللہ جہنمی بنا دے گی۔ اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ آپ کو ان احادیث میں تاویل منظور ہے یا مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو جہنمی کہہ کر خود جہنم میں جانا منظور ہے۔

میں نہیں کہتا کہ ایسا کیجیے! جو لگے آسان دینا کیجیے!

### حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ سے اگلے سال یعنی سات ہجری میں مسلمان ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے بال کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی ہم شیرہ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا تمام مومنین کی ماں اور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان کی ہم شیرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ساس ہیں۔ آپ نے اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ سب سے پہلا بحری بیڑا تیار کر لیا۔ چالیس سال تک مسند اقتدار پر فائز رہے۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تیرہ احادیث روایت فرمائی ہیں جن میں سے بعض صحیح بخاری جیسی کتابوں میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں: سیدنا ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابو درداء، جریر الجعفی، نعمان بن بشیر، عبد اللہ بن عمرو بن عاص، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ۔

### بخاری شریف میں فضائل:-

۱- ایک زبردست حدیث جو عشاق کے مذہب و مسلک کی جان ہے:

إِنَّمَا أَنَا قَائِمٌ وَاللَّهُ يَعْطِينِي

یعنی اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔

اس کے راوی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری چالیس احادیث میری اُمت تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ اسے فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ (مشکوٰۃ ص ۳۶)

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ذات خود صحابی اور فقیہ ہیں۔ اور اس حدیث کی روشنی میں فقیہ کے درجے کو پہنچانے والی چالیس احادیث سے چار گنا زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

ع یہ مرتبہ بلند ما جس کو مل گیا

۲- ”صحیح بخاری“ میں حدیث ہے کہ حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بیٹا حسن میری اُمت کا سردار ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۳)

اس حدیث میں جن دو گروہوں کا ذکر ہے ان میں سے ایک گروہ امام حسن کا اور دوسرا گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ ان دونوں میں صلح اس وقت ہوئی تھی جب مولانا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہو چکی تھی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔ اس شہادت کے واقع ہو جانے کے باوجود محبوب کریم ﷺ نے شہید کرنے والوں کو فتنہ مُسْلِمَة کہا ہے۔ یعنی مسلمان گروہ۔

۳- اسی صحیح بخاری میں ایک اور حدیث اس طرح ہے کہ

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبُحْرَ لَقَدْ أُوتِجُوا۔

یعنی میری اُمت کا پہلا لشکر جو سمندر پار جہاد کرے گا ان پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۴۱۰)

سب سے پہلے سمندر پار جہاد کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث میں اُن کی واضح اور زبردست منقبت موجود ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی منقبت موجود ہے۔ فی ہذا الْحَدِيثِ مَنْقِبَةُ لِمُعَاوِيَةَ۔

(ناشر بخاری جلد ۶ صفحہ ۴۱۰)

لطف کی بات یہ ہے کہ خارجی حضرات اسی حدیث کے الفاظ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَكِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ سے بڑید کا مفہور ثابت کرتے ہیں اور داخلی حضرات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنتی ہونے کے بھی منکر ہیں۔ یہ دونوں انتہا پسند ٹولے ہیں جب کہ اہل سنت کا مسلک ان کے بین میں ہے اور راہ اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

”مستدرک حاکم“ میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ

لَقَدْ تَحَنَّنَ الْقِسْطُ ظَنِيْدًا وَلِنَعْمَ الْاَمِيرُ امِيرُهَا وَلِنَعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكُ الْجَيْشِ۔  
یعنی قسطنطنیہ ضرور بر ضرور فتح ہوگا اور اس کا امیر کیا ہی اچھا امیر ہے اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی تائید کر دی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۲۸۸)

”مستدرک“ کی یہ حدیث عقیدہ اہل سنت کے لیے آپ حیات سے کم نہیں۔

۴- حبیب کریم ﷺ نے ایک مرتبہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَاھِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ بَيْتِنَا۔

یعنی اے اللہ! ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں برکت دے!

صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نجد کے لیے بھی دعا فرمائیں!

آپ ﷺ نے پھر وہی دعا فرمائی، مگر نجد کے لیے دعا نہ فرمائی۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ ہر بار صحابہ کرام نے نجد کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا:

هَذَاكَ الْوَلَاؤُ وَ الْفَيْسُ وَ بِهَا يَطْلُعُ قُرْنُ الشَّيْطَانِ۔

یعنی نجد میں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کی گروہ نکلے گا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

اس حدیث میں نجد کے خارجیوں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے نجد کے لیے دعا فرمانے سے انکار کر دیا۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خارجی یا غلط آدمی ہوتے تو آپ ﷺ شام کے لیے بھی دعا نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا یمن اور شام دونوں کے لیے دعا فرمانا اس بات کا ثبوت ہے کہ یمنی اور شامی نبی کریم ﷺ کے نزدیک نجدیوں کی طرح ناپسندیدہ نہیں تھے۔

۵- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ معاویہ کو کچھ نہ کہو! وہ رسول اللہ کا صحابی ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۲)

۶- سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ کا کیا کریں وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اپنے طور پر ٹھیک کرتا ہے، امیر معاویہ فقیہ ہے۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات اس وقت فرمائی جب جنگ صفین ہو چکی تھی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے، بل کہ مولانا علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی گزر چکا تھا۔ یہ ساری باتیں امیر المومنین کے لفظ سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت معاویہ کو امیر المومنین کہا گیا اور آپ نے اس کی تردید کرنے کی بجائے انھیں فقیہ کہہ دیا۔ تیسرے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو حبیب کریم ﷺ کے خاندانِ اقدس کے فرزندِ عظیم ہیں!!

۷- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بال مبارک کاٹنے کا شرف حاصل کیا۔

(بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۸۸)

نوٹ:- گستاخانِ سیدنا امیر معاویہ کا کہنا ہے کہ بخاری میں باقی صحابہ کے لیے مناقب کا لفظ لکھا ہے جب کہ امیر معاویہ کے لیے ذکر معاویہ کے الفاظ ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ کی کوئی منقبت ثابت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی بخاری میں اسی کتاب المناقب کے



اندر ذکر عباس ابن عبد المطلب کا باب بھی موجود ہے، ذکر طلحہ بن عبید اللہ کا باب بھی موجود ہے، ذکر اسرار النبی ﷺ کا باب بھی موجود ہے، ذکر اسامہ بن زید کا باب بھی موجود ہے۔ صرف ذکر معاویہ کے باب پر ایک طرف اچھل کود کتنی؟

**مسلم شریف میں فضائل:-**

مسلم شریف میں یہ باب موجود ہے:

من فضائل ابی سفیان بن حرب۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسلمان فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے اور نہ ہی انھیں بھڑا رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے تین چیزیں مانگتا ہوں، آپ مجھے عطا فرمادیں! فرمایا: کیا مانگتے ہو؟ عرض کیا: میرے پاس عرب کی سب سے حسین و جمیل بیٹی اُم حبیبہ موجود ہے، میں اسے آپ کے نکاح میں دیتا ہوں۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: آپ معاویہ کو اپنا کاتب بنالیں! فرمایا: ٹھیک ہے۔ عرض کیا: آپ مجھے ہدایت سونپ دیں تاکہ میں جس طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا رہا ہوں اب مشرکین کے خلاف جنگ کر کے بدلہ موڑ سکوں۔ فرمایا: ٹھیک ہے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰، صحیح ابن حبان صفحہ ۱۹۲)

اس واقعہ سے پہلے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی کریم ﷺ سے ہو چکا تھا۔ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنے مسلمان ہونے کے بعد اسی نکاح کی تجدید اور اس پر اپنے قلبی اطمینان کی بات کر رہے تھے۔ (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۲۰)

**ترمذی شریف میں فضائل:-**

ترمذی شریف میں ایک باب کا نام ہے:

مناقب معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔

اس میں دو حدیثیں موجود ہیں۔ اس عنوان میں ”مناقب“ اور ”رضی اللہ عنہ“ کے الفاظ پر غور کیجئے اور حدیثیں بھی پڑھیے!

۱۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اے اللہ! اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، جہزانی اوسط جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث پر بخندے دل سے غور کرو! یہ صادق اور مصدوق نبی ﷺ کی زعا ہے اور آپ ﷺ کی اپنی اُمت کے لیے دعائیں خصوصاً اپنے صحابہ کے لیے دعائیں مقبول ہی مقبول ہیں، کبھی راہ نہیں ہو سکتیں۔ غور کرو گے تو تمہیں سمجھ آ جائے گی کہ بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور معاویہ کو لوگوں کے لیے ہادی اور اپنی ذات کے لیے مہدی بنایا۔ جسے اللہ نے یہ دونوں مرتبے عطا فرمادیے اس کے حق میں اُن خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جو باطل اور عنادی لوگ اپنے منہ سے ہانک رہے ہیں۔ (تلخیص البیان صفحہ ۱۱۱)

۲۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاویہ کو ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا کرو! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ! اسے ہدایت دے!

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، البدایہ والنہی جلد ۸ صفحہ ۲۹۹، اللفظ لہ)

اس حدیث کی شرح میں حضرت اعمش تابعی رحمہ اللہ کا قول نقل کر دینا مناسب ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

لو رايتم معاوية لقلتم هذا المهدي۔

یعنی اگر تم معاویہ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ واقعی ہدایت یافتہ ہے۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۶)

**مسند احمد میں فضائل:-**

۱۔ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اسے آگ سے بچا! اللہم علم معاویہ

الكتاب و الحساب و قه العذاب۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۵۵، صحیح ابن حبان صفحہ ۱۹۲)

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وله فضيلة جلييلة رويت من حديث الشاميين۔

یعنی اس حدیث میں امیر معاویہ کی فضیلت جلیلہ بیان ہوئی ہے۔ (الاستیعاب صفحہ ۶۷۸)

۲۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد مردہ کے پاس نبی کریم ﷺ کے ہاں مبارک کائے۔

یہ حدیث مسند امام احمد میں کئی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ جب آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی تو لوگوں نے پوچھا کہ یہ

مصنف ابن ابی شیبہ میں فضائل :-

صحیح ابن حبان میں فضائل :-

دیگر کتب میں فضائل :-

بِأَمْرِ اللَّهِ إِنَّ رُلَيْتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللَّهَ وَاعْبُدْ -

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں حکمرانی میں مبتلا کیا جاؤں گا۔

صفحة ۳۰، مجمع الزوائد جلد ۹، صفحہ ۳۵۵، دلائل النبوة للبيهقي جلد ۲، صفحہ ۲۳۶.

۲۔ حضرت امیر معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب تھے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے

کتابت کروایا کریں! وہ اٹھیں ہے۔ (المہدیہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یعنی معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ! (الاحزاب: ص ۱۵۵)

فَتَنَزَّلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: يَا عِفْوَؤُةُ! مَا يَكْنِي مِنْكَ؟ قَالَ:

عَنْهُ - قَالَ: إِنَّهُمْ إِمْلَاءُ عِلْمًا وَحِلْمًا -

مَنْ قُتِلَ مِنْهُمْ يُرِيدُ وَجْهَ اللَّهِ وَالْآخِرَةَ، دَخَلَ الْجَنَّةَ.

یعنی خواہ کوئی ہماری طرف سے مارا گیا ہو یا ان کی طرف سے مارا گیا ہو اگر اس کی نیت اللہ کی رضا اور جنت کی طلب تھی تو وہ جنت میں گیا۔ (سنن سعید بن منصور جلد ۸ ص ۳۳۳)

۲- حضرت عمرو بن شراحیل ہمدانی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں حصہ لینے والوں کے بارے میں متذنب تھا کہ فریقین میں سے افضل کون ہے؟ میں نے اللہ کریم سے عرض کیا کہ میری راہ نمائی فرمائے جس سے میری تسلی ہو جائے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ مجھے اہل صفین کے پاس جنت میں لے جایا گیا۔ میں حضرت علی کے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ وہ کہنے لگے: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔ میں نے کہا: حضرت معاویہ کے ساتھیوں پر کیا گزری؟ انھوں نے کہا: وہ تیرے سامنے موجود ہیں۔ میں ادھر کو بڑھا تو سامنے ایک قوم تھی جو سبز باغ میں اور چلتی نہروں کے پاس موجود تھی۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ لوگ تو وہی ہیں جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ انھوں نے کہا: ہم نے اپنے رب کو رؤف اور رحیم پایا۔

(تقریباً ۱۰۰۰ سال قبل مسیح)۔



یعنی ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اے معاویہ! تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے قریب ہے؟ عرض کیا: میرا پیٹ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ (الاصحاب الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

۵- معاویہ میری امت کا سب سے حلیم اور نیک آدمی ہے۔ (تفسیر ایمان صفحہ ۱۲)

۶- اے اللہ! معاویہ کو جنت میں داخل فرما۔ وَادْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔ (الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸)

۷- ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: مجھ سے کشتی خراب! حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پاس موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا: میں تم سے کشتی لڑتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دہ دی کہ معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ نے اس سے کشتی لڑی اور اسے بچھاڑ دیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ حدیث یاد ہوتی تو میں معاویہ سے کبھی جنگ نہ لڑتا۔

(الاصحاب الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، از: ابن الاثیر جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

۸- محبوب کریم ﷺ نے فرمایا

دَعُوا لِي أَصْحَابِي وَ أَصْحَابِي، فَمَنْ سَبَّهُمْ فَقَلْبِي لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

یعنی میری خاطر میرے صحابہ کو اور میرے سسرال کو کچھ نہ کہا کرو! جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

واضح رہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے برابر نسبتی یعنی آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔

۹- حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما دو حبیب اللہ صحابی ہیں جن کے جنتی ہونے کی بشارت نبی کریم ﷺ نے دی ہے اور یہ دونوں صحابی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۲۱۲)

جب کہ یہ دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لشکر میں شامل تھے اور ان کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی۔

اب بتائیے! حضرت عمار بن یاسر کی شہادت حضرت امیر معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی اور حضرت طلحہ و زبیر کی شہادت مولا علی کے لشکر کے ہاتھوں ہوئی، جب کہ شہید ہونے والے ان

سب صحابہ کے جنتی ہونے کی گواہی احادیث میں موجود ہے۔

اس پیچیدہ صورت حال کا حل آپ کے پاس کیا ہے؟ مولا علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو دیکھا تو ان کے چہرے پر سے مٹی صاف کی اور فرمایا: "کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔" (تبع الخوادم جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، الہدایہ والنبایہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۸)

مولا علی کا یہ فرمان صاف بتا رہا ہے کہ مولا علی اپنی فوج کو حضرت طلحہ کا قاتل سمجھ رہے تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے وَتَرَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلِيٍّ پڑھ کر فرمایا کہ میں اُمید رکھتا ہوں کہ طلحہ زہیر اور میں انھی لوگوں میں سے ہوں گے جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ آپ کے اس فرمان سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ فوت ہونے تک ان ہستیوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں رنجش موجود تھی۔ اور یہی رنجش قیامت کے دن ختم کر دی جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ بھی اپنی زندگی کے آخری دنوں میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں ذی طوی کا قریبی ہوتا اور مجھے حکومت ہی نہ ملی ہوتی۔ (الاکمال مع مشکوٰۃ صفحہ ۶۱۷)

۱۰- اسی لیے مولا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے بعد فرمایا تھا کہ

قَتَلَايَ وَ قَتَلَا مُعَاوِيَةَ فِي الْجَنَّةِ۔

یعنی میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں۔ (طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۷۶، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۵۹۶، حدیث: ۱۵۹۶۷)

۱۱- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی بیان کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے سامنے قریشی جوان کا گلہ نہ کرو جو غصے میں بھی ہنستا ہے، رضا مندی کے ساتھ جو چاہو اس سے لے لو، مگر اس سے چھیننا چاہو تو کبھی نہ چھین سکو گے۔

(الاصحاب صفحہ ۶۷)

۱۲- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد معاویہ جیسی سرداری کسی کی نہیں دیکھی۔ کسی نے کہا: ابو بکر، عمر، عثمان، علی؟ آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ سب معاویہ سے افضل تھے، لیکن سرداری میں وہ ان سب سے آگے تھے۔

(الاصحاب صفحہ ۶۷)

۱۳- حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن (رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا: اے ابو سعید! یہاں کچھ لوگ معاویہ کو جنتی کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی ان پر لعنت ہو! انھیں کیا خبر جہنم

میں کون ہے؟ لعنہم اللہ و ما یلدنہم من فی النار۔ (الشیاب جلد ۸ صفحہ ۶۷۹)

۱۳- حضرت عمر بن عبدالعزیز تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ ابو بکر اور عمر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ اسی دوران علی اور معاویہ کو بلایا گیا اور دونوں کو ایک کمرے میں داخل کر دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں غور سے دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر میں حضرت علی باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ فرما رہے تھے: ارب کعبہ کی قسم! میرے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں حضرت امیر معاویہ بھی باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: ارب کعبہ کی قسم! میری بخشش ہوگی۔

(الہدایہ والشیاب جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

۱۴- مولاعلی کے ساتھ اختلاف کے دنوں میں شہنشاہ روم نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی علاقے میں مداخلت شروع کر دی تو حضرت امیر معاویہ نے روم کے بادشاہ کو خط لکھا کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو میں اپنے چچا زاد بھائی علی سے صلح کر لوں گا اور ہم دونوں مل کر تمہیں تمہارے گھر سے بھی نکال دیں گے اور تیرے لیے زمین تنگ کر کے رکھ دیں گے۔ شہنشاہ روم خوف زدہ ہو گیا اور صلح پر مجبور ہو گیا۔

(الہدایہ والشیاب جلد ۸ صفحہ ۱۳۷، تاریخ اعراب جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)

۱۵- جب مولاعلی رحمہ اللہ شہید ہوئے تو قتل کا یہ منصوبہ تین افراد کے خلاف تیار کیا گیا تھا: حضرت مولاعلی، حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ۔ حضرت عمرو بن عاص صاف سچ گئے، امیر معاویہ زخمی ہوئے اور مولاعلی رحمہ اللہ شہید کر دیے گئے۔

(الہدایہ والشیاب جلد ۷ صفحہ ۲۸۳)

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ یہ تینوں ہستیاں ایک جان تھیں اور ان کا دشمن مشترک تھا۔

۱۶- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کو ایک قمیص پہنائی تھی اور ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ قمیص، چادر، ناخن اور بال مبارک بھی موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے حضور ربانی قمیص کا کفن پہننا کر آپ والی چادر میں لپیٹ کر، ناخن اور بال مبارک میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیے جائیں اور مجھے اللہ کے حوالے کر دیا جائے۔

(الشیاب جلد ۸ صفحہ ۶۸۷، الکامل فی التوکل جلد ۱ صفحہ ۲۰۷، تاریخ اعراب جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)

(اصول فقہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۸، تاریخ اعراب جلد ۷ صفحہ ۲۸۸)

۱۷- مشہور و معروف تابعی حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ سجدے میں پڑ گئے اور باری باری اپنے دشمنان زمین پر رکھ کر رونے لگے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری مغفرت فرما دے، میری خطاؤں سے درگزر فرما، تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطا کاروں کے لیے تیرے سوا کہیں پناہ نہیں۔ آپ اپنے گھر والوں کو تقویٰ کی وصیت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(الہدایہ والشیاب جلد ۸ صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

یہ سب باتیں اور خصوصاً وفات کے وقت آپ کی زبان مبارک پر افتقوا اللہ کے الفاظ کا جاری ہونا آپ رحمہ اللہ کا خاتمہ ایمان پر ہونے کی واضح دلیل اور ثبت ترین قرائن ہیں۔

### محمد شین کے اقوال:-

۱- محمد شین رحمہ اللہ نے اپنی اپنی حدیث کی کتابوں میں فضائل معاویہ اور ذکر معاویہ کے نام سے باب قائم فرمائے ہیں جن میں سے بہت سی احادیث آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

۲- امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کسی نے مولاعلی اور حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْأَلُونَ عَنْهَا  
كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

یعنی یہ ایک قوم ہے جو تم سے پہلے گزر چکی ہے، ان کے اعمال ان کے لیے تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ان کے اعمال کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

(الہدایہ والشیاب جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)

۳- حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من شتم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویہ او عمرو بن العاص، فان قال: کانوا علی ضلال و کفر قتل، و ان شتمهم بغیر هذا من مشاقمة الناس نکل نکالا شديدا۔

یعنی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ابو بکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص میں سے کسی کو گالی دی تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے انہیں گم راہ اور کافر کہا، تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر



اس نے صرف گالی دی ہے تو اسے ذلت آمیز سزا دی جائے گی۔ (افتاح جلد ۲ صفحہ ۲۶)

۳- علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے آپ رحمہ اللہ کے کئی مناقب اپنی کتاب ”الاستیعاب“ کے صفحہ ۶۷۶ سے لے کر ۶۸۰ تک بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک مناقب ہم نے اس رسالے میں متعدد مقامات پر بیان کر دیے ہیں۔

۵- حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لما صالح الحسن واجتمع عليه الناس فسمى ذلك العام عام الجماعة۔

یعنی جب حضرت امیر معاویہ نے امام حسن کے ساتھ صلح فرمائی اور تمام لوگ متحد ہو گئے تو

اس سال کا نام جماعت کا سال رکھا گیا۔ (الاصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

۶- حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام حسن رحمہ اللہ کا امیر معاویہ رحمہ اللہ سے

صلح فرمانا امیر معاویہ کی امارت کے سچے ہونے کا ثبوت ہے۔ (نور المصائب جلد ۳ صفحہ ۶۹)

۷- حضرت علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پرانے بزرگوں نے ان جنگوں کے بارے میں

خاموش رہنے کو پسند فرمایا ہے اور نصیحت کی ہے کہ

بَلِّغْ دِمَاءَ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا أَبْدِينَا فَلَا نَلُوثَ بِهَا أَلْسِنَتَنَا۔

یعنی جن لوگوں کے خون سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا، ان کی غیبت کر کے

ہم اپنی زبانوں کو ناپاک کیوں کریں۔ (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۷)

۸- علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے ایک مکمل کتاب حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ کی شان میں لکھی ہے

جس کا نام ”تکلیف الجہان“ ہے۔

۹- حضرت علامہ احمد شہاب الدین غفاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

وَمَنْ يَكُونُ يَطْعُنُ فِي مُعَاوِيَةَ فَلَا يَكُنْ مِنْ كِلَابِ الْهَوَايَةِ

یعنی جو امیر معاویہ رحمہ اللہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

(نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۲۳)

۱۰- امام ابی سنیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ امام حسن اور امیر معاویہ رحمہ اللہ کے

درمیان صلح والی حدیث بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں:

و به ظهور ان الطعن علی الامیر معاویہ طعن علی الامام المجتبیٰ بل

علی جده الکریم صلی اللہ علیہ وسلم بل علی ربه عز وجل الخ۔

”اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ امیر معاویہ رحمہ اللہ پر طعن دراصل امام حسن مجتبیٰ پر طعن

ہے، بل کہ ان کے جد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن ہے، بل کہ ان کے رب عزوجل پر طعن ہے

اس لیے کہ مسلمانوں کی باگ و ڈور کسی غلط آدمی کے ہاتھ میں دینا اسلام اور مسلمانین

کے ساتھ خیانت ہے اور اگر سیدنا امیر معاویہ غلط ہیں جیسا کہ طعن کرنے والے کہہ

رہے ہیں تو پھر اس خیانت کے مرتکب۔ معاذ اللہ۔ امام حسن مجتبیٰ رحمہ اللہ کبھی ہتھیار نہیں اٹھائیں گے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خیانت پر رضا لازم آئے گی اور یہ وہ جہتی ہے جس کی

شان میں وہ ما یبطل عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی وارد ہے۔ یہ جملے

اس شخص کو فائدہ دیں گے جس کے لیے اللہ نے ہدایت کا ارادہ فرمایا ہے۔“

(المستند المستند ص ۱۹۹)

۱۱- علامہ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں، علامہ قسطلانی نے ”ارشاد الساری“ میں،

علامہ کرمانی نے ”شرح کرمانی“ میں اور بے شمار محدثین نے اپنی اپنی کتب میں امیر معاویہ

رحمہ اللہ کی شان بیان فرمائی ہے اور ان پر زبان درازی سے منع فرمایا ہے۔ علیہم الرحمة

و الرضوان الغفران۔

صوفیہ کے اقوال:

اس سے پہلے (۱) حضرت عمر بن عبد العزیز کا خواب اور (۲) حضرت عمرو بن شراحیل ہمدانی

رحمہ اللہ کا واقعہ بیان ہو چکا ہے۔

۳- حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر معاویہ افضل ہیں یا

حضرت عمر بن عبد العزیز؟ آپ نے فرمایا کہ امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جسے والی

مٹی بھی عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے۔ (الہدایہ والنبایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

۴- حضرت امیر معاویہ رحمہ اللہ ساری زندگی سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رحمہ اللہ کی خدمت

میں وظیفہ پیش کرتے رہے اور یہ دونوں شیخ زادے بہ خوشی اسے قبول فرماتے رہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سیدنا امام حسین رحمہ اللہ کے پاس ایک ضرورت مند اپنی

حاجت لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ! ہمارا رزق راستے میں ہے۔ تھوڑی دیر میں

دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہ کی طرف سے پہنچ گئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔

قاضی نے عرض کیا کہ امیر معاویہ دیر سے وظیفہ پیش کرنے پر معذرت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ پانچوں تھیلیاں ضرورت مند کو دے دیں اور اتنی دیر بٹھائے رکھنے پر معذرت چاہی۔

(کشف المحجوب ص ۷۷)

۵۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے خلفاء امرا اور صالحین کی وفات کے حالات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے، آخری وقت میں آپ کا سچ اور ذکر کرنا اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی کرنا اور حضور کریم ﷺ کی وفات کے ساتھ کفن دینے کی وصیت کرنا اور اولیائے کاہن کی طرح رقاق ظاہر کرنا تفصیل کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ لہذا حضرت معاویہ ابن ابی سفیان الوفاة الخ۔ (احیاء العلوم ص ۱۹۶)

۶۔ حضور سیدنا غوث اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رہا امیر معاویہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کا معاملہ! تو وہ بھی حق پر تھے اس لیے کہ وہ خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا چاہتے تھے اور قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے۔ پس ہر فریق کے پاس جنگ کے جواز کی ایک وجہ موجود تھی۔ لہذا ہمارے لیے سکوت اس سلسلہ میں سب سے اچھی بات ہے، ان کے معاملے کو اللہ کی طرف اٹھادینا چاہیے۔ وہ سب سے بڑا حاکم اور بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم اپنے محبوب پر نظر ڈالیں اور دلوں کو گناہوں کی چیزوں سے اور اپنی ظاہری حالتوں کو تباہی انگیز کاموں سے پاک اور صاف رکھیں۔

(نہج البلاغہ ص ۱۸۶)

۷۔ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ نے ”مشنوی“ شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہایت ایمان افروز واقعہ شعروں میں لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیطان نے حضرت امیر معاویہ کو نماز کے وقت تھکیاں دے کر سلا دیا۔ جب وہ جاگے تو نماز کا وقت گزر چکا تھا۔ آپ نماز کے قضا ہونے پر سخت روئے اور پشیمیاں ہوئے۔ دوسرے دن شیطان نے انھیں بروقت جگا دیا۔ آپ نے شیطان سے پوچھا کہ تم تو لوگوں کو غافل کرنے پر لگے ہوئے ہو، آج تم نے مجھے نماز کے لیے کیسے جگا دیا؟ شیطان نے کہا: کل نماز کے قضا ہونے پر آپ اتھاروئے اور پشیمیاں ہوئے کہ اللہ نے آپ کو نماز پڑھنے سے بھی زیادہ اجر دے دیا۔ آپ کو ملنے والا وہ اجر دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کو غافل کرنے سے بہتر ہے کہ آپ نماز ہی پڑھ لیں۔ اس کے لیے مولانا روم نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

بیدار کردن ایشان حضرت امیر المؤمنین معاویہ را کہ برخیز کہ وقت نماز است۔  
یعنی ابلیس کا امیر المؤمنین معاویہ کو جگانا کہ اٹھو نماز کا وقت ہے۔

(مشنوی معنوی مولانا روم دفتر دوم ص ۲۲۸)

۸۔ ایک اللہ کے ولی نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ کے پاس ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور معاویہ موجود تھے۔ راشد الکندی نامی ایک شخص آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم میں شخص نکالتا ہے۔ کندی نے کہا: یا رسول اللہ! میں ان سب میں عیب نہیں نکالتا، بل کہ صرف اس ایک میں عیب نکالتا ہوں۔ اُس نے حضرت امیر معاویہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک نیزہ پکڑا اور معاویہ کو دے دیا اور فرمایا: یہ اس کے سینے میں مارو! انھوں نے اسے نیزہ مار دیا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ راشد کندی کو رات کے وقت کچ کچ کسی نے مار دیا ہے۔ (الہدایہ النہایہ ج ۸ ص ۱۷۷)

۹۔ حضرت محمد رافع ثانی رحمہ اللہ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ متقلبی ہے کہ انھوں نے فرمایا ہے کہ ہم سے بغاوت کرنے والے ہمارے بھائی ہیں۔ یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیوں کہ ان کے پاس تاویل موجود ہے جو انھیں کافر اور فاسق کہنے سے روکتی ہے۔ اہل سنت اور رافضی دونوں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کو خطا پر سمجھتے ہیں اور دونوں حضرت امیر کے حق پر ہونے کے قائل ہیں، لیکن اہل سنت حضرت امیر سے جنگ کرنے والوں کے حق میں محض خطا کے لفظ سے زیادہ سخت لفظ استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتے اور زبان کو ان کے طعن و تشنیع سے بچاتے ہیں اور حضرت خیر البشر ﷺ کا صحابی ہونے کا حیا کرتے ہیں۔

(مکتوبات، ربانی جلد ۲ ص ۵۵ مکتوب نمبر ۲۰)

۱۰۔ امام عبد الوہاب شعرائی رحمہ اللہ ایک عظیم ترین صوفی بزرگ ہیں اور حضور شاکر محمدی اکبر محمدی الدین ابن عربی قدس سرہ کے نظریات کے زبردست پرچارک ہیں۔ آپ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الایاتیہ والجوہر“ میں ایک مرثیہ قائم فرمائی ہے۔ وہ مرثیہ یہ ہے:

فِي بَيَانِ وَجُوبِ الْحَقِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّخَايَةِ وَ وَجُوبِ إِعْتِقَادِ انْهُمْ  
مُاجُورُونَ۔



یعنی صحابہ کے باہمی جھگڑوں کے بارے میں زبان کو لگا کر منہ بچا واجب ہے اور ان سب کے مابین جو روئے کا اعتقاد واجب ہے۔

اس عنوان کے تحت آپ نے زبردست بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس موضوع پر بعض تاریخ دانوں کی خلاف تحقیق باتوں پر کان نہیں دھرنے چاہئیں اور تاریخ پڑھتے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبے اور مقام کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اس لیے کہ صحابہ کا مرتبہ قرآن و سنت سے ثابت ہے جب کہ تاریخ محض ان کی کئی باتوں کا مجموعہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

بَلَدٌ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا سُبُوحًا قَلِيلًا تَخْضِبُ بِهَا الْكِسْتَانَا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے خون سے ہماری تلواروں کو بچالیا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو ان کی لہجیت کر کے کیوں گناہ گار کریں۔

یہی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین اپنے کندھوں پر لا دیا اور ہم تک پہنچایا۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے ایک لفظ بھی اگر پہنچا ہے تو انہی کے واسطے سے پہنچا ہے۔ لہذا جس نے صحابہ پر طعن کیا اس نے اپنے دین پر طعن کیا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے درمیان ہونے والی غلط فہمیوں کا معاملہ نہایت نازک اور دقیق ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کے بغیر کوئی شخص فیصلہ دینے کی جرات نہ کرے۔ اس لیے کہ یہ مسئلہ حضور کی اولاد اور حضور کے صحابہ کا ہے۔ آگے کمال الدین بن ابی یوسف رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

ليس المراد بما شجر بين علي و معاوية المنازعة في الامارة كما توهمه بعضهم و انما المنازعة كانت بسبب تسليم فتنة عثمان رضي الله عنه التي عشرينه ليقصوا منهم التي اخره۔

”علی اور معاویہ کے درمیان جو برادرانہ جھگڑا ہوا اس سے مراد حکومت کی خاطر جنگ لڑنا نہیں ہے جیسا کہ بعض شیخہ کو اوم ہوا ہے۔ یہ جھگڑا محض اس بات کا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ قصاص لے سکیں۔ علی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان کو گرفتار کرنے میں تاخیر کرنا بہتر ہے۔ اس لیے کہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں گنبد ہو چکے تھے۔ ایسی صورت حال میں قاتلوں کو گرفتار کرنا حکومت کو ہلا کر رکھ دینے کے

متعارف تھا، اس لیے کہ جنگ جمل کے دن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو فوج سے نکل جانے کا حکم دیا تھا تو ان میں سے بعض ظالموں نے امام علی کے خلاف خروج کرنے اور انہیں قتل کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ اس کے برعکس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ قاتلوں کو فوری گرفتار کرنا چاہیے۔ اب یہ دونوں استقامت سمجھتے ہیں اور دونوں کو اجر ملے گا۔“ (الہدایۃ، الجواب بعد صفحہ ۳۳۵)

۱۱۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و كان من المولقة قلوبهم ثم حسن اسلامه و كان احمد الكتاب لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

یعنی پہلے ان کے قلب کی تالیف ہوئی، پھر ان کے اسلام میں حسن آ گیا، اور آپ رسول اللہ کے کاتبوں میں سے تھے۔ (تاریخ الفتنہ صفحہ ۱۵۲)

۱۲۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے از اصحاب آن حضرت ﷺ بود و صاحب فضیلت و جلیل در مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم و ہزار ہا در حق او سوی ظن تکی و در ربط سب او نہ افقی، مگر تکب حرام نشوی۔

”جاننا چاہیے کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک ہیں اور جلیل القدر فضیلت کے مالک ہیں، تم کبھی بھی ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور انہیں برا بھلا کہنے کی مصیبت میں مبتلا نہ ہونا ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے۔“ (از الفوائد الجدیدہ صفحہ ۲۶)

۱۳۔ حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ کے پاس علم لدنی تھا۔ آپ کسی استاد کے پاس نہیں پڑھے تھے۔ آپ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک مکمل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے ”تأیید عن ذم معاویہ“۔ نیز اپنی کتاب ”تبراس“ میں لکھتے ہیں:

ان معاویہ رضی اللہ عنہ من كبار الصحابة و نجبانهم و مجتہدینهم و لو مسلم من صغارهم فلا شک فی انه دخل فی عموم الاحادیث الصحیحة الواردة فی تشریف الصحابة رضی اللہ عنہم بل قد ورد

فیه بخصوصہ احادیث کقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام: اللہم اجعلہ  
ہادیامہدیا و اھد بہ رواہ الترمذی و قولہ علیہ السلام: اللہم علم  
معاویۃ الحساب و الکتاب و قہ العذاب رواہ احمد و ما قبل من انہ  
لم یتثبت فی فضلہ حدیث فمحل نظر الخ۔

”حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ میں سے ہیں، آپ نجیب اور مجتہد صحابی ہیں، اگر  
آپ کو چھوٹا صحابی بھی مانا جائے تو آپ بلاشبہ ان احادیث کے عموم میں داخل ہیں  
جو صحابہ کی شان میں وارد ہوئی ہیں جب کہ آپ کے حق میں خصوصی احادیث بھی  
موجود ہیں جیسے آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اے اللہ! معاویہ کو ہادی و مہدی بنا اور اس کے  
ذریعے سے لوگوں کو ہدایت دے (ترمذی)۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا فرمانا: اے اللہ  
معاویہ کو حساب اور کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا (احمد) اور یہ جو کسی نے کہہ دیا  
ہے کہ آپ کی شان میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے تو یہ بات قطعی قبول نہیں ہے۔  
سلف صالحین کے سامنے جب کوئی امیر معاویہ کو برا بھلا کہتا تو وہ غضب ناک ہو  
جاتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کہا گیا کہ معاویہ ایک وتر پڑھتا ہے تو آپ نے  
فرمایا: اسے کچھ نہ کہو اور فقیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے۔ (بخاری) اور ایک  
آدی نے خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کے سامنے آپ کو گالی دی، تو انھوں نے اسے  
کوڑے مروائے اور ایک اور آدمی نے کہا: یزید آخری امیر المومنین ہے۔ آپ نے  
اسے بھی کوڑے مروائے۔ امام طہیل عبد اللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ معاویہ  
افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما؟ آپ نے فرمایا معاویہ نے جب رسول اللہ ﷺ  
کے ہم راہ چہا تھا تو ان کے گھوڑے کی گرد بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ ہم  
نے اس موضوع پر ایک پورا رسالہ لکھا ہے جس کا نام ’التاھیہ عن ذم معاویہ‘  
ہے۔“ (نہر اس وفی ۲۲۰)

۱۳- حضرت خولید غلام فرید کوٹ مٹھن والے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو متقی  
اور اکابر صحابہ میں سے ہیں کے حق میں انفس و حسد رکھنا اور بدگمانی کرنا سراسر شقاوت ہے۔  
(مقائیس الجاہل صفحہ ۱۰۱)

۱۵- ہر رے مرشد کریم قطب الاقطاب فقید اعظم حضرت پیر ساکین مفتی محمد قاسم مشوری قدس  
اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ارقام فرماتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت و  
جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، پھر حضرت  
عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا ہم راہی اور مذہب اہل سنت  
سے خروج ہے۔ اسی طرح کسی بھی صحابی یا شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اہل سنت و جماعت  
پر جرح کو مستلزم ہے اور لصوص قطعہ کے انکار کے مترادف ہے۔ و ہو تعالیٰ اعلم۔  
کتبہ الفقیر محمد قاسم عفی عنہ۔

۱۶- شیخ الاسلام حضرت خولید محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے باہمی نزاع کو ہم تقابہات کے درجہ میں  
رکھیں گے۔ ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم ان کے مرتبہ اور ان کی عظمت میں کسی  
قسم کا شک کریں اور کیوں کر کریں جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں اور  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ذرہ، اللہ سے ذرہ  
اور فرمایا: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔  
البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک مسلم اور محکم امر ہے  
جس میں کوئی شک نہیں، لیکن ہم مفضل علیہ کی فضیلت کا بھی انکار نہیں کرتے اور  
یاد رکھیں کہ وہ تمام روایات جو اس نزاع کی تفصیل میں وارد ہیں وہ یا تو طبری مؤرخ  
سے مروی ہیں جو اسماء الرجال کی کتب کی تصریح کے مطابق مرود الروایت ہے اور  
ابن جریر طبری بلاشبہ شیعہ ہے۔ البتہ ابن جریر طبری مفسر ثقہ (معتمد) لوگوں سے  
ہے یا دو روایات ابن خلیفہ سے ہیں، جو امامت و لیسانہ کا مصنف ہے جو سراسر جھوٹا  
اور مضری ہے یا پھر وہ روایات مؤرخ واقفی سے مروی ہیں تو وہ بھی اسی طرح کا  
ہے کہ اس سے کوئی روایت لیتے ہیں نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ  
امر یقینی ہے کہ اس نزاع کے متعلق مروی روایات میں من گھڑت روایات بیان  
کرنے والوں اور کذاب لوگوں کا کافی دخل ہے تو ہم ان کی روایات پر کیسے فیصلہ کر  
سکتے ہیں۔ کیوں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ شک و شبہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں اور



بے شک وہ کاتب وحی ہیں اور آم و مومنین (آم حبیبہؓ) کے بھائی ہیں اور یثینا شام و عراق سے یہود کے فتنوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں کہ ان کی حکمت عملی نے آتش کدو جہنم کو بجھا کر رکھ دیا جیسا کہ عقلی نہیں ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ اعتقاد رکھو اور ان کا مسلک اختیار کرو (انور شریف ص ۲۹، ۳۰، ۳۱)

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے اس اقتباس کو بار بار پڑھیے۔ آپ نے چند طور میں دلائل کے انبار لگا دیے ہیں، اولیاء اللہ کا نام لے کر ان کا مسلک واضح کر دیا ہے اور چور کو اس کے گھر تک پہنچا دیا ہے۔

اگر یہ تمام اولیاء علیہم الرضوان حضرت امیر معاویہؓ کا احترام کرنے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے تو پھر آپ کو وہ جنت مبارک ہو جو اولیاء کی دشمنی کے نتیجے میں ملا کرتی ہے۔

عقائد کی کتب میں تعلیم:-

عقائد کی تمام کتابوں میں حضرت امیر معاویہؓ کے بارے میں زبان کو لگام دینے پر زور دیا گیا ہے۔ (شرح عقائد مسلمی ص ۱۶۳، شرح فقہ کبیر ص ۶۵، میراس ص ۳۰، الوائیت والجویر ص ۲۵ ص ۲۵۵)

شیعہ کی کتب میں فضائل:-

۱- مولیٰ علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ

إِنَّا لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَهُمْ وَ لَمْ نُقَاتِلْهُمْ عَلَى التَّكْفِيرِ لَنَا لِكُنَّا رَأَيْنَا أَنَّا عَلَى حَقٍّ وَ رَأَوْا أَنَّهُمْ عَلَى حَقٍّ۔

یعنی ہم انہیں کافر قرار دے کر ان سے جنگ نہیں لڑ رہے اور نہ ہی اس لیے لڑ رہے ہیں کہ یہ ہمیں کافر قرار دیتے ہیں، بل کہ ہمارے خیال کے مطابق ہم حق پر ہیں اور ان کے خیال کے مطابق وہ حق پر ہیں۔ (ترب اللہ ص ۵۵)

۲- إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يَكُنْ يُسَبِّحُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ حَوْبِهِ إِلَّا إِلَى الشُّرْكِ وَ لَا إِلَى النِّفَاقِ وَ لَكِنْ يَقُولُ: هُمْ إِخْوَانُنَا بَعَثُوا عَلَيْنَا۔

یعنی حضرت علیؓ اپنے مخالفوں کو نہ ہی مشرک کہتے تھے اور نہ ہی منافق، بل کہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے بغاوت پر اتر آئے ہیں۔ (ترب اللہ ص ۵۵)

یہی حدیث اہل سنت کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(نفاذی جلد ۸ صفحہ ۱۷۱، ایضاً الصحاح ج ۲ صفحہ ۳۷۷)

مولیٰ علی کے فرمان سے واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو کافر کہنے والا مولیٰ علی کے فیصلے کا منکر ہے اور ایک مصدق مسلمان کو کافر کہ کر خود کافرانہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر معاویہؓ سے دشمنی کرنے والا مولیٰ علی کے بھائی سے دشمنی کر رہا ہے۔

آج جو لوگ مولیٰ علی سے جنگ کی وجہ سے امیر معاویہؓ کو کافر اور جہنمی کہہ رہے ہیں کیا ان میں ہمت ہے کہ وہ مولیٰ علیؓ کا ایسا قول دیکھا سکیں جس میں انھوں نے امیر معاویہؓ کو کافر اور جہنمی قرار دیا ہو؟ بل کہ ان مولیٰ علی انھیں اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں اور ان کی منافقت انہیں مل کہ اجتہادی اختلاف تسلیم کر رہے ہیں۔

۳- مولیٰ علیؓ فرماتے ہیں کہ ابتدا اس طرح ہوئی کہ ہمارا اور شام والوں کا آمنا سامنا ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ ہمارا رب بھی ایک، ہمارا نبی بھی ایک، ہماری حکومت اسلام بھی ایک، نہ ہی ہمارا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ پر ایمان اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی وہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ معاملہ بالکل برابر تھا۔ اگر اختلاف تھا تو صرف عثمان کے خون میں اختلاف تھا حالانکہ ہم اس سے بری تھے۔ (تج البلاغہ ص ۴۲)

۴- اِخْتِلَافُ أَهْلِ حَبَابٍ لَكُمْ وَ رَحْمَةٌ۔

یعنی میرے صحابہ کا اختلاف تمھارے لیے رحمت ہے۔ (احسان طبری ج ۲ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں اس قدر دلائل کے ہوتے ہوئے ان پر زبان درازی کرنا محض بد نصیبی کی علامت ہے۔ اصول یہ ہے کہ کسی مسلمان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا واجب ہے اور اگر اس کا کوئی نقص یا عیب نظروں میں آئے بھی تو جہاں تک ہو سکے اس میں صحت کا پہلو تلاش کر کے اسے سخت فتوے سے بچانا ضروری ہے۔

ایک عام آدمی کے حق میں احتیاط اور حسن ظن ضروری ہے تو ایک صحابی کاتب وحی، محبوب کریم ﷺ کے برادر نسبی کے بارے میں کتنا حسن ظن ضروری ہوگا اور پھر اس کے بارے میں احادیث میں اس قدر تصریحات موجود ہوں تو اس کے بارے میں لب کشائی کرتے وقت عقلی احتیاط لازم ہوگی۔

میرے عزیز اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ مولا علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگوں میں مولا علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کا موقف درست نہ تھا، مگر اس کے باوجود انھیں حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قرار دیا ہے، لہذا ہم ان کی خطا کو اجتہادی خطا اور اچھی نیت پر محمول کرتے ہیں۔ اتنی سی بات ہے جس کا آپ نے ہتھکڑ بنا دیا ہے۔

آپ ذھونہ ذھونہ کر عیب نکالتے رہتے ہیں اور ہم نہایت ادب اور احتیاط کے ساتھ ان کا بہتر محمل تلاش کرتے رہتے ہیں۔ یہ اپنا اپنا تعصب ہے۔ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لَعْنُ اَجْرُ هَلِيهِ الْاَمَّةُ اَوَّلُهَا۔

یعنی اس امت کے بعد والے لوگ پہلے والوں پر لعنت بھیجیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک ایسی قوم نکلے گی جو آپ سے محبت کا دعویٰ کرنے لگی، اسلام کو سوا کرے گی، دین سے اس طرح نکل پکھ ہوں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے۔ ان کے نظریات عجیب ہوں گے۔ انھیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ مشرک لوگ ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں نہیں آئیں گے۔ اپنے سے پہلے لوگوں پر طعن و تشنیع کریں گے۔ (دارقطنی کتاب الاثر، ص ۱۴۱)۔

واضح رہے کہ آپ کے دوسرے بھائی (خارجی) مولا علی کو غلام کہتے پھرتے ہیں۔ حضور غوثِ اعظم قدس سرہ لکھتے ہیں کہ خارجیوں کا قول اس کے خلاف ہے اللہ ان کو ہلاک کرے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی بھی امام برحق نہ تھے۔ (نقہ الامامین صفحہ ۱۸۶) چنانچہ ایک خارجی لکھتا ہے کہ حضرت معاویہ کا موقف برا اعتبار سے صحیح تھا اور حضرت علی کا صحیح نہ تھا اپنی سیاسی مصلحتوں پر مبنی تھا۔

(تحقیق مزید یہ سلسلہ خلافت معاویہ و جہ سے صفحہ ۱۳ مصنف عظیم الدین خارجی) یہ بھی واضح رہے کہ محمود عباسی ایڈمنسٹریٹو خارجیوں نے سیدنا امام حسین علیہ السلام کو صلوات و السلام کو بھی باغی کہہ دیا ہے۔ (لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ)

ہمارے نزدیک آپ میں اور ان خارجیوں میں کوئی فرق نہیں، بل کہ بے ادبی اور بد تمیزی، بل کہ بدعتی قدر مشرک ہے۔ اہل سنت کا مذہب رفق و خروج کے درمیان اعتدال کا آئینہ دار ہے۔

## حرف آخر

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنا عقیدہ قائم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد، سنن سعید بن منصور، مصنف ابن ابی شیبہ اور البدایہ والنہایہ جیسی کتابوں سے ہم نے آپ کے جو فضائل نقل کیے ہیں انھیں فراموش نہ کیا جائے۔

ذاتی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بغاوت کے باوجود مسلمان قرار دیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳) لہذا مولا علی رضی اللہ عنہ نے بھی انھیں بغاوت کے باوجود بالکل اپنے جیسا مسلمان تسلیم کیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۴)

رابعاً: امام حسن رضی اللہ عنہ نے انھیں خلافت سوچ کر واضح فرمایا ہے کہ امیر معاویہ مسلمان تھے، ورنہ لازم آئے گا کہ آپ نے۔ عاذا اللہ۔ ایک کافر اور چہنمی کو خلافت سوچی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خامساً: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ کو بغاوت کے بعد امیر المومنین بھی تسلیم کیا ہے اور صحابی ماننے کے علاوہ فقہ بھی قرار دیا ہے جب کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اہل بیت کے عظیم فرد ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴)

سادساً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کی اکثریت گم راہ نہیں ہو سکتی۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۲)

جب کہ مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت پر مشتمل ہے اور اہل سنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی، مسلمان اور جنتی سمجھتے ہیں۔

سابعاً: بڑوں کے درمیان ناراحتگیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ہمارا شکیاں نبیوں، صحابیوں، ولیوں اور اہل بیت کے درمیان بھی ہوتی رہی ہیں۔ ان کی بنا پر اپنے سے بڑے بزرگوں پر زبان درازی کرنا درست نہیں۔

چوتھا: اگر تفصیلی دلائل کسی کی سمجھ میں نہ بھی آئیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ ادب کا دامن نہ چھوڑا جائے۔ غلطی سے کسی کی بے ادبی کرنے سے، غلطی سے کسی کا ادب کرنا بہتر ہے۔



قاعدہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی بات میں سخت کا پہلو تلاش کر کے اسے کفر کے فتوے سے بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر کسی نے دوسرے کو کافر کہا اور وہ فی الواقع کافر نہیں ہے تو اسے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ (مسلم جلد ۵ صفحہ ۵)

بعض بدقسمت لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہنمی ثابت کرنے کے لیے جتنی سخت سے کام لے رہے ہیں اس قدر رحمت اور تکلف ویسے ہی جائز نہیں ہے، خواہ کسی عام آدمی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ چہ چاہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو پھر بھی ایک صحابی ہیں اور ان کے بے شمار فضائل احادیث میں بیان ہو چکے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے یہ جملہ بہت قیمتی ہے۔

ابن عساکر نے ابو زرعد رازی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا کہ میں معاویہ سے بغض رکھتا ہوں۔ انھوں نے کہا: کس وجہ سے؟ اس نے کہا: اس لیے کہ اس نے علی سے جنگ لڑی تھی۔ ابو زرعد نے فرمایا: تیرا خانہ خراب امعاویہ کا رب رحیم ہے اور معاویہ سے جنگ کرنے والا علی کریم ہے۔ تمہیں ان دونوں کے درمیان پرکھا لینے کی کیا ضرورت ہے۔

(الہدایہ النہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۷)

الناہیہ عن طعن امیر المؤمنین معاویہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِخَلْعِ اللَّهِ عَلَى حَسَنِ الْإِسْلَامِ وَحَبِ الشَّيْءِ وَحَبِ الْعَقْرَةِ وَالْحَقِيقَةِ  
بِالْإِقْتِصَادِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِإِلْبَاسِهِمْ وَمِنْهُمَا السَّلَامُ إِلَيْهِ السَّلَامُ

بعد ازاں

اسے رفیق مجھ سے یہ رسالہ انناہیہ عن طعن معاویہ میں  
کر اور جماعت ناجیہ، راہیہ عالیہ کی اتباع کر اور فرقہ عالیہ، سرکش و خیرہ سے  
دور رہ، نیز وہابیات اور خالی خولی خطابات کو چھوڑ دے اور عبد العزیز بن  
احمد بن حامد علیہ الرحمۃ کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ  
اس کی تصانیف میں برکت فرمائے اور حاسدوں سے ان کو محفوظ نظر فرمائے  
اللہ تعالیٰ مقدس و مددگار ہے۔ وہی اول و ہی آخر ہے۔ کتاب چند فضائل پر  
مشتمل ہے۔

فصل: چند فضائل صحابہ کرام علیہم السلام

اس سلسلے میں قرآن کریم میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہمارے لئے  
کافی ہے ”وہ لوگ کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل جنگ لڑی اور اللہ کی راہ میں  
خرچ کیا برابر نہیں بلکہ وہ ان لوگوں سے بڑے درجہ کے مالک ہیں کہ  
جنہوں نے فتح مکہ کے بعد فی سبیل اللہ خرچ کیا اور جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کا  
وعدہ ہر ایک سے اچھائی کا ہے۔“ (سورۃ الحدید آیت ۱۰)

ابن نزم کا قول ہے کہ اس آیت میں جملہ صحابہ کرام کے لئے جنت کی نشاندہی ہے  
حضرت عمران بن حصین سے مرقعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میری اُمت کا بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر ان لوگوں کا جو ان کے بعد ہوں گے، پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ "بخاری، ترمذی، حاکم"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرے زمانے کے لوگ بہتر ہیں۔ "الحديث، بخاری، مسلم، مسند احمد، ترمذی"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایسے مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی کہ جس نے مجھے دیکھا یا جس نے اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا ہے۔ "ترمذی، ضیاء المقدسی"

حضرت دائد بن اسفغ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس کے لئے بھی جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا۔ "عبد بن حمید، ابن عساکر"

حضرت عبداللہ ابن مسیر سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے شیئہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا، اس کے لئے خوشخبری اور بہترین ٹھکانہ ہے۔ "طبرانی، حاکم"

حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک، کہ کھانا بغیر نمک کے صحیح نہیں ہوتا۔ "شرح ابی یوسف، سنن ابی یوسف"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میرا صحابی زمین کے جس خطے میں فوت ہوگا تو وہ قیامت کے دن وہاں کے لوگوں کے لئے مینارۃ نور اور قائم کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا۔ "ترمذی" نے اس کو غریب کہا ہے، ضیاء المقدسی

انہی ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے کہ ستارے آسمان کے لئے امن ہیں جب ستارے چھپ جاتے ہیں تو آسمان خوفناک معلوم ہوتا ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے جائے امن ہوں، جب میں دوسری دنیا میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ نصیب بہت میں گھر جائیں گے اور میرے صحابہ میری اُمت کے لئے ہوش امن ہیں۔ جب میرے صحابہ بھی رحلت ہو جائیں گے تو میری اُمت خوفناک پریشانی میں گھر جائے گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، اور مسند امام احمد میں ہے کہ آسمان کی خوفناکی اس کا پھٹ جانا ہے، صحابہ کے لئے اختلاف و حزن ہوگا اور اُمت حکمرانوں کے مظالم و مصائب میں گرفتار ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کی تعلیم کرو اس لئے کہ وہ تم میں سے بہتر ہیں۔ "نسائی، صحیح احمد"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے مابین باہمی اختلاف کے متعلق رب تعالیٰ سے سوال کیا تو بندہ رلیہ وحی مجھے جواب دیا گیا کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے، بعض بعض سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک کے لئے ہے۔ پس صحابہ کے باہمی اختلاف کے وقت جس نے بھی جس کسی کی اتباع کر لی تو وہ میرے نزدیک راہ ہدایت پر ہے حضرت عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اس کو زید نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کے آخری جملے میں کلام ہے۔ امام عسقلانی فرماتے ہیں کہ ضعیف محض ہے۔ ابن حزم فرماتے ہیں موضوع اور باطل ہے، ابن ربیع کہتے ہیں کہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا مگر یہ ان کی سنن میں نہیں ہے۔



## فصل: صحابہ پر طعن کی ممانعت

حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو، اس لئے کہ تم میں سے کوئی اگر احد پر لڑ جتنا بھی سونا خرچ کر دے تب بھی ان کی ایک مٹھی بھر کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کے نصف کو۔ "بخاری، مسلم، ترمذی"

مسلم اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جبکہ ابو جریر بقیانی نے اس کو شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مفضل سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ اللہ اللہ میرے صحابہ ان کو اپنی غرض کا ہدف نہ بناؤ، پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی ہے جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض کیا، جس نے ان کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو وہ بہت ہی جلد اللہ کی پکڑ میں آئے گا۔ "ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے"

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر حملے کرتے ہیں۔ "ابن عدی"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اور تمام لوگوں کی طرف سے لعنت ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو تم کہو کہ تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت پڑے۔ "ترمذی، خطیب"

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص میرے صحابہ کو گالیاں دیتا ہو امر گیا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایک ایسے جانور کو مسلط کر دے گا جو اس کے گوشت کو نوچتا رہے گا۔ وہ شخص قیامت تک اسی تکلیف میں مبتلا رہے گا۔ "ابن ابی دنیا فی القبور"

انہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پسند کیا پھر ان میں سے کچھ کو میرے وزراء، مددگار و معاون اور رفیقے دار بنایا۔ پس جو شخص ان کو گالیاں دے گا اس پر اللہ کی ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے کسی خرچ اور عدل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ "طبرانی، بیہکم"

## فصل: مسلمانوں کا ذکرِ خیر

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم نے فرمایا کہ مسلمان کو گالیاں دینا فسق ہے۔ "مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ"

ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جبکہ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مغفل اور دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی جو اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک کافر ہوگا۔

"بخاری، مسلم، مسند احمد"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک شخص اگر کسی دوسرے کو فاسق اور کافر کہتا ہے اگر دوسرا شخص ایسا نہیں تو پھر بیلا ہی یعنی خود ہی کافر و فاسق ہوگا۔ "بخاری"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل ہے کہ طعن زنی کرنے والا لعنت کرنے والا، بدکلامی کرنے والا اور بد زبان مومن ہی نہیں ہے۔ "ترمذی، بیہقی، احمد، بخاری، ترمذی، مسند، کتب صحیحین، ج ۱"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب بندہ کسی شے پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف چلی جاتی ہے، مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف آتی ہے تو یہاں کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں یعنی زمین و آسمان میں اس کا داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے۔ جب اس کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملتا تو اس شخص کی جانب رجوع کرتی ہے جس پر لعنت کی گئی تھی۔ اگر وہ اس کا یعنی لعنت کا اہل ہے تو ٹھیک ورنہ وہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ "ابوداؤد"

### فصل: مردوں کو گالیاں دینے کی ممانعت

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کو تم گالیاں نہ دو اس لئے کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ان کے پاس پہنچ چکا ہے۔ "بخاری"

### فصل: باہمی چپقلش کے ذکر کی ممانعت

بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام کی باہمی مخالفتوں اور چپقلشوں

کو بیان کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ بعض صحابہ سے بدگمانی نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی مودید ایک اور حدیث مرفوعہ میں ہے کہ کوئی شخص کسی قسم کی شکایت میرے صحابہ سے متعلق ٹھٹھے نہ کرے کیونکہ میں بچا ہوتا ہوں کہ جب میں تم میں سے کسی کی طرف جاؤں تو اس کی طرف سے میرا سینہ پاک ہو۔ "ابوداؤد، ابن مسعود"

امام ابوالثلیث فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی آپس کی لڑائیوں سے متعلق حضرت ابراہیم نخعی سے سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ خون ہیں کہ جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے۔ تو کیا اب ہم اس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو آلودہ کریں۔ "الحج"

اہلسنت نے تو محض مضطربانہ واقعات و حوادث کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ اہل بدعت نے اس سلسلے میں بہت سے جھوٹ اور افسانے گھڑ لئے تھے اور بعض مشککین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ صحابہ کی باہمی خانہ جنگی کی تمام روایات محض جھوٹ ہیں۔ اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے مگر بعض مناقشات تو اتر سے ثابت ہیں، اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے کہ جو مشاجرات ثابت ہیں ان کی تاویل کر کے عوام الناس کو دوسادس سے بچایا جائے اور جو تاویل کے قابل نہیں ہیں وہ مردود ہیں اس لئے کہ صحابہ کرام کی فیصلت، حسن سیرت اور حق کی اتباع نصوح قطع سے ثابت ہے اور اسی پر اہل حق مجتمع ہیں، پھر روایات احاد کس طرح اس کی مدافعت ہو سکتی ہیں اور روایات بھی متعصبین کا ذہن راضیوں کی؟

### فصل: باہمی بخشش کا مختصر قصہ

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اہل مصر جب مدینہ شریف آئے



کی سوارسی کی کوچیں بھی کاٹ دی گئیں۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کو نام جنگ جمل معروف ہوا۔ غرض کہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہ عزت و اکرام واپس مدینے شریف بھجوا دیا گیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صفین کے مقام پر دریائے فرات کے کنارے اسی مسئلے پر جنگ ہوئی اور یہ جنگ جاری رہی۔ پھر ایک معاہدہ طے پایا جو کہ صلح کی مانند تھا۔ ”اس سلسلے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے“

### فصل :- مجتہد کی خطا پر عدم مواخذہ

حدیث مرفوعہ صحیح السند سے ثابت ہے کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو اگر وہ فیصلہ درست ہے تو اس کے لئے دوسرا اجراء ہے اور اگر اجتہادی فیصلہ ملوث برخطا ہے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، مسند احمد، ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے ابویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، پھر بخاری، احمد، نسائی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن العاص سے بھی روایت کیا ہے نیز ای روایت کو بخاری نے ابوسلمہ سے بھی نقل کی ہے۔

اجتہاد مصیب پر دواجر ہیں اور صرف اجتہاد پر ایک نیکی ہے۔ چاروں صحابہ علیہم الرضوان اس جنگ میں مجتہد تھے مگر ان کے اجتہاد میں خطا تھی جبکہ حضرت علی مصیب فی الاجتہاد تھے۔ اصول میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہے۔ اس سلسلے میں مجتہد پر اور اس کے مقلدین پر کوئی ملامت نہیں۔ پس اس جنگ میں شہید ہونے والے اور شہید کرنے والے دونوں فریقین کے لوگ جنتی ہیں واللہ اعلم بالصواب

تو انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ عبد اللہ ابن ابی سرح کو مصر سے معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حاکم بنادیں گے؟ تو آپ نے ان کی درخواست کو قبول کر لیا۔ اس پر آپ کے وزیر مروان بن حکم نے عبد اللہ کو خط لکھا کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کو قتل کر دینا۔ راستے میں مصریوں کی قاصد سے ملاقات ہو جاتی ہے تو انہوں نے قاصد سے وہ خط لے لیا، کھول کر دیکھا تو وہ خط حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی کی طرف سے تھا اور اس پر آپ کی مہر بھی تھی۔ مگر یہ کہ خط لے جانے والا آپ کا غلام تھا اور آپ ہی کی اونٹنی پر سوار تھا۔ وہ مصری قتل سے واپس لوٹ آئے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو ام کو منع کر دیا کہ ان سے لڑا نہ جائے۔ آپ کا مقصد وہ مسلمانوں کو خون ناحق سے بچانا اور تمہارے شہادت تھی جس کی بشارت آپ کو زبان رسالت سے مل چکی تھی۔ چنانچہ ان مصریوں نے آپ کو قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

پھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ قاتلین عثمان کو قصاص میں قتل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت علی اس سلسلے میں کچھ وقت کے طلبکار تھے تاکہ فتنہ بھی کھڑا نہ ہو اور ان کا مطالبہ بھی پورا ہو جائے۔ جس میں سے بات بڑھ گئی اور اختلاف پیدا ہو گیا اور جو کچھ من جانب اللہ تقدیر میں وہ تو لا محالہ ہو کر رہتا۔ پس حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی بصرہ کے قریب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ ہوئی۔ جس میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر شہید ہوئے اور حضرت عائشہ صدیقہ

حضرت ابن سعد حضرت ابی میسرہ عمرو بن شمر جیل سے روایت کرتے ہیں۔ کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور اس میں بہترین گنبد بنے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کن لوگوں کے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ یہ گنبد کلاخ اور خوشب کے ہیں اور یہ دونوں حضرت امیر معاویہ کی کمان میں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ عمار یا سر اور ان کے دوست کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سامنے ہیں میں نے کہا کہ ان کے بعض نے تو بعض کو قتل کیا تھا۔ کہا گیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اس کو وسیع المغفرت پایا۔ میں نے کہا کہ اہل نہر یعنی خوارج کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟ کہا کہ وہ سختی میں ہیں۔

### فصل :- فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت ابی بلی عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسا کہ شریک کو دیگر کھانوں پر فضیلت ہے۔ "بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ، ابن جریر" حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی حدیث میں مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ صدیقہ سے دریافت کرتے، ہم نے ان کو عالم بالحدیث پایا ہے۔ "ترمذی" نے کہا کہ یہ روایت حسن صحیح غریب ہے۔

حضرت ام ہانی ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عائشہ عنقریب تیرے زیور علم اور قرآن ہوں گے۔ "مسند امام اعظم ابو حنیفہ"

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے عائشہ یہ بات میرے لئے موت کو آسان کر دیتی ہے کہ میں نے تجھے جنت میں اپنی بیوی کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ موت کو عجب پر آسان کر دیا گیا ہے اس لیے کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھا ہے۔ "مسند امام اعظم ابو حنیفہ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اسے عائشہ یہ خبر ملے ہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔ "بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو مجھے خواب میں تین راتوں تک دکھائی گئی، فرشتہ تجھے ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر لاتا تھا۔ پھر کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں۔ پس میں نے تیرے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو واقعی تو وہی تھی۔ میں نے کہا اگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے تو انشاء اللہ خدا اللہ ویسا ہی ہوگا۔ "بخاری، مسلم"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن تحائف کے آنے پر لوگ حیران رہتے تھے۔ تحائف کی ترسیل کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی تھی۔ آپ فرماتی ہیں کہ زواجِ مطہرات کی دو جماعتیں تھیں۔ ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن تھیں اور دوسرے گروہ میں حضرت ام سلمہ و دیگرانہ زواجِ نبی تھیں۔

رضوان اللہ تعالیٰ علیہن

حضرت ام سلمہ کے گروہ نے ان سے کہا کہ اس سلسلے میں آپ حضور اکرم صلی اللہ



علیہ وسلم سے بات کریں کہ آپ اپنے صیبر کو فرمائیں اگر تم مجھے ہلایا بھیجیے جیتے ہو تو میں جہاں بھی ہوں وہیں بھیجا کرو۔ آنحضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ مجھے دانش کے بارے میں ایذا نہ دو اس لئے کہ میرے پاس وحی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لحاف کے بغیر کسی اور لحاف میں نہیں آتی۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تو بہ کرتی ہوں کہ یا رسول اللہ میں نے آپ کو ایذا دی، پھر گروہ ام سلمہ نے حضرت فاطمہ الزہراء کو بلایا اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت نے فرمایا: اسے قائلہ ہوئی، کیا تو وہ پسند نہیں کرتی جس کو میں پسند کرتا ہوں۔ عرض کیا: آج ان آپ کی پسند ہی میری پسند ہے۔ تو آپ نے فرمایا: کہ میری پسند کو ہی بات ہے۔ "بخاری، مسلم، نسائی"

تنبیہ: شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں ان کی اپنی روایت سودمند نہیں ہیں تو یہ ان کا گمان فاسد ہے اس لیے کہ پہلی حدیث ظہیم منقبت ہے اور تمام روایات کی موثق، صحیح اور مصدق ہے۔

### فصل: مناقب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

مؤلف مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ وہ طلحہ بن عبد اللہ بن کعب بن ابی امیہ القرظی ہے قدیم الاسلام اور سوانے جنگ بدر کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ بدر میں اس نے شریک نہ ہونے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سعید بن زید کے ساتھ قریش کے قافلے کی کھوج لگانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ جنگ احد میں حضرت طلحہ کو چوہلیں زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ چھپتر زخم آئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تیرویں، سببالوں اور نیزوں کے بخور زخم پچھتر تھے۔ ترمذی نے روایت کیا

ہے کہ انہی سے زیادہ زخم آئے تھے۔ میں ہمدانی آخر ۳۶ بروز جمعرات شہید ہوئے اور بصرہ میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر پونیسٹھ برس تھی۔ اسام نووی نے ذکر کیا ہے کہ وہ لڑائی کو ترک کر کے دشمنوں میں گھس گئے تھے کہ انہیں ایک ایسا تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تیر مروان بن حکم نے مارا تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرماتے تھے۔

صحیح مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ حرا پر تھے اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر آنحضرت کے ہمراہ تھے۔ پس پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی تو آپ نے فرمایا: ٹھہر جا تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

ترمذی نے عبد الرحمن بن عوف وابن ماجہ، امام احمد و نسائی المقدسی اور دہلی نے سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر جنت میں، عمر جنت میں، عثمان جنت میں، علی جنت میں، طلحہ جنت میں، زبیر جنت میں، عبد الرحمن جنت میں، سعد بن ابی وقاص جنت میں، سعید بن زید جنت میں اور ابن جراح جنت میں ہیں۔

امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے حسن، صحیح روایت نقل کی ہے کہ جنگ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر دو زخمیں تھیں۔ آپ نے پہاڑی چٹان پر چڑھنا چاہا مگر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آنحضرت چٹان پر چڑھ سکے۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا کہ طلحہ پر جنت واجب ہو گئی۔

ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ وہ شخص جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ شخص ہر ایسے شخص کو چلتا پھرتا دیکھے جس نے "راہ جہاد میں قربان ہونے کی" اپنی نذر پوری کر لی ہو تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کی طرف دیکھے۔

ترمذی اور امام حاکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ کسی شہید کو زمین پر جہل تدی کرتے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھے۔

ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ پر چلتے پھرتے شہید ہیں۔

ترمذی اور ابن ماجہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ طلحہ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی۔ امام ترمذی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ایک حسن غریب روایت نقل کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک جانی بوائے اعرابی بدو سے کہا کہ تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھو کہ کیا جن لوگوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے ان سے مراد کون ہیں؟ صحابہ کرام نے بدو سے اس لئے دریافت کرایا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادب و توقیر اور ہیبت کی وجہ سے یہ بات پوچھنے کی اپنے اندر ہمت نہیں رکھتے تھے۔ غرض کہ اس اعرابی نے پوچھا مگر حضور اکرم نے اعراض فرمایا۔ اس نے پھر پوچھا تو پھر بھی آپ نے توجہ نہ دی۔ اس نے تیسری مرتبہ دریافت کیا تو آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ اتنے میں میں "طلحہ" کے دروازے سے

نکل ہوا۔ میں سبز لباس میں ملبوس تھا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے جو عین قضائی نخبہ سے مستحق پوچھتا تھا۔ اعرابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ میں ہوں۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص "طلحہ" ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ سنا کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما جنت میں میرے پڑوسی ہیں۔

امام بخاری قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ مشلول ہاتھ دیکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے جنگ احد کے دن شل ہو گیا تھا۔

امام بیہقی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں باقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا چھوڑ گئے تھے۔ صرف گیارہ انصاری اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے پاس رہ گئے تھے۔ آپ ان کی ہمدردی میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے گھیر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ کہ ہے کوئی یہاں جو ان کا مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا طلحہ تم شہر ہو۔ پھر ایک انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ان سے مقابلہ کرتا ہوں، اور وہ ان سے مقابلہ کرنے لگے۔ ادھر حضور اکرم نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر وہ انصاری شہید ہو گئے تو کفار نے ہجر بھاگ لیا۔ اور حضور علیہ السلام کے قریب پہنچ گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جو ان سے مقابلہ کرے؟ حضرت طلحہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔



آپ نے فرمایا تم ٹھہرو۔ اتنے میں ایک اور انصاری نے کہا۔ حضور میں حاضر ہوں۔ وہ لڑنے لگے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پرچہ لے گئے۔ مشرکین اس انصاری کو شہید کرنے کے بعد پھر پیچھے ہٹ گئے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دفعہ بھی ارشاد فرماتے اور حضرت طلحہ ہر دفعہ اپنے آپ کو پیش کرتے حضور غنیہ السلام فرماتے۔ تم ٹھہرو۔ پھر کوئی انصاری لڑنے کی اجازت طلب کرتا تو آپ اس کو اجازت دے دیتے اور وہ بھی پہلے والے کی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو جاتے یہاں تک کہ حضور اکرم کے ساتھ سوائے طلحہ کے باقی کوئی نہ رہا یعنی سب شہید ہو گئے۔ مشرکین نے حضور علیہ السلام اور حضرت طلحہ کو گھیرے میں لے لیا۔ پس حضور اکرم نے فرمایا کہ ان کے مقابلے کے لئے کون ہے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں ہوں۔ تو پھر انہوں نے ایسی جنگ کی کہ جس طرح ان سے پہلے گیارہ انصاریوں نے کشتی۔ اسی اثنا ان کی انگلیاں کٹ گئیں تو کہا: "حسن" حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ طلحہ اگر تو اس موقع پر بسم اللہ کہتا یا اللہ کے نام کو یاد کرتا تو اللہ کے فرشتے تجھے اٹھا کر لے جاتے اور لوگ تجھے آسمان کی فضا میں دیکھتے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر اپنے صحابہ کرام کے جمع کے پاس پہنچ گئے۔

شیخ نورالحی علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت طلحہ کو جنگ جمل میں شہیدوں میں دیکھا تو اتنا روتے کہ آپ کی دائرہ شریف تر ہو گئی تھی۔ پھر فرمایا کہ اسے طلحہ میں امید کرتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں شمار ہو گا جن کے متعلق رب العزت نے فرمایا ہے: "اور ہم ان کے دلوں میں موجود کردہ دلوں کو نکال دیں گے اور وہ بھائی بن کر ایک

دوسرے کے سامنے خوش و خرم بیٹھے ہوں گے۔"

## فصل: محمد بن طلحہ کے مناقب میں

کثرت سیوف کے باعث آپ کا لقب سجاد مشہور تھا۔ آپ حضور علیہ السلام کے عہد میں تولد ہوئے۔ آپ کا نام "محمد" تھا اور کنیت ابو سلیمان تھی۔ الاستیباب میں ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں شہادت پائی تھی حضرت طلحہ نے ان کو جنگ کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی اثنا ان کی زبرد ان کے پاؤں میں پھنس گئی اور اسی پر پھڑپھڑے ہو گئے۔ جب کوئی آدمی ان پر حملہ کرتا تو وہ اسے کہتے کہ میں تجھے حسمہ کی قسم دیتا ہوں، آخر کار اسود غلی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا اور پھر یہ شعر پڑھے

واشعث قوامہ بایاتہا، قلیل الذوی فیہا یبری العین مسلح  
خرقت لہ بالرمع حبیب قہیصہ، فخر صریح الیدین ولسفہ  
علی غیر شئی انہ فیہا تابیعا علیا ولسو یستیع الحقین لہ  
یذکر فی حقا والرمع شاجر ذہلا فلا حقا قبل التقدم  
جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو شہیدوں میں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بڑا خوب رو جوان تھا۔ پھر غمزہ ہو کر بیٹھ گئے۔ واقعہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہید کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ یہ سجاد ہے جو اپنے باپ کی اطاعت میں شہید ہوا۔

## فصل: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

ان کے اکثر مناقب تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں گزر چکے ہیں۔

مومن مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ زبیر بن عوام قرشی ہیں حضور علیہ السلام کی بھوپھی حضرت صفیہ آپ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ آپ تنولہ برس کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قدیم الاسلام تھے۔ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے آپ کو دھوئیں کی تکلیف دی گئی مگر وہ ہمیشہ ثابت قدم رہے اور تمام غزوات میں شامل رہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے راہ جہاد میں تلوار کو نیام سے باہر نکالا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ جنگ احد میں بھی ثابت قدم رہے۔ بصرہ میں صفوان کے مقام پر ان کو عمرو بن جرموز نے شہید کیا۔ بوقت شہادت آپ کی عمر چونتیس برس تھی۔ پہلے وادی سباغ میں انہیں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں وہاں سے نکال کر بصرہ میں دفن کئے گئے اور وہیں پر آپ کی قبر مشہور ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ حضرت زبیر جنگ سے لوٹ کر نماز ادا فرما رہے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی تلوار کو دیکھا اور فرمایا کہ اس تلوار نے چہرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ مدافعت کی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ "زبیر" کے قاتل کو جہنم کی نشارت دے دینا۔ اس کے جواب میں جرموز نے کہا کہ ہم تمہارے خلاف لڑیں تب بھی جہنمی اور اگر آپ کی حمایت میں لڑیں تب بھی جہنمی؟ پھر اسی عقدہ میں جرموز نے خودکشی کر لی۔

بخاری اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے

ارشاد فرمایا کہ وہ کون ہے جو مجھے جنگ احزاب کے موقع پر قوم کی کفارت میں خیر لکھ دے۔ حضرت زبیر نے عرض کیا حضور میں لاؤں گا۔ ۱۰

مسند رک حاکم کی روایت میں ہے حضور علیہ السلام نے جنگ خندق میں فرمایا کہ کفار کی خبر کون لے کر دے گا تو حضرت زبیر کھڑے ہو گئے۔ حضور نے پھر حکم فرمایا تو زبیر بھی پھر کھڑے ہو گئے۔ ۲۱

شیخین اور ترمذی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے حضور اکرم نے فرمایا کون ہے جو بنی قریظہ کے ہاں جائے اور ان کی خبر لائے تو میں "زبیر" چلا گیا۔ جب واپس لوٹا تو حضور علیہ السلام نے میرے والدین کو جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

بخاری نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کافروں پر حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کی ہجرا میں ان پر حملہ کریں۔ چنانچہ آپ نے حملہ کیا تو آپ کی پشت پر تلوار کی دو ضربیں لگیں اور ان دونوں کے درمیان وہ ضرب تھی جو آپ کو جنگ بدر میں لگی تھی۔ پس میں ان ضربات "کے گڑھوں" میں انگلیاں ڈال کر کھینٹتا تھا۔

قائدہ :- شیخ نور الحق نور اللہ مرقدہ صحیح بخاری کے ترجمہ میں فرماتے

ہیں یہ موک ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں اور رومیوں کا ٹکراؤ ہوا تھا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے چار ہزار آدمی شہید ہوئے تھے۔ جبکہ رومی مشرکوں کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل ہوئے اور چالیس ہزار زخمی ہوئے۔



حسن ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی سے روایت ہے کہ نبی  
**ثانیاً** کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس  
 میں فرمایا۔ اے اللہ ان کو ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کو ان  
 کے ذریعے ہدایت عطا فرما۔ ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ امام ترمذی  
 کی کتاب "سنن ترمذی" جیل القدر کتاب ہے جس کی شیخ الاسلام ہر وی علیہ الرحمۃ  
 فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین بخاری و مسلم سے زیادہ نفع مند  
 ہے۔ اس لئے کہ اس میں جس طرح مذاہب اور موجودہ استدلال کا ذکر ہے وہ  
 صحیحین میں نہیں ہے۔ نیز حاکم اور خطیب نے ترمذی کی چند مرویات کو مطلقاً  
 صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی خود کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علما نے حجاز عراق  
 اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس شخص کے گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا  
 کہ وہاں خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرما رہے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس  
**ثالثاً** رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا آپ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ  
 سے کچھ کہنا چاہیں گے کیونکہ وہ تو صرف ایک و تر پڑھتے ہیں۔ ابن عباس  
 نے فرمایا کہ وہ فقیہ ہیں۔ "بخاری"  
 شروح کہتے ہیں کہ فقیہ سے مراد مجتہد ہے۔

بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امیر  
 معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کی موجودگی میں  
 عشاء کے بعد وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی تو غلام نے جا کر اپنے مالک  
 ابن عباس سے یہ بات کہی تو انہوں نے فرمایا کہ چھوڑو اس لئے کہ وہ حضور اکرم

## فصل: حضرت امیر معاویہ کے فضائل میں

آگاہ ہو کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کی تعداد سابقہ انبیاء کرام کی تعداد کے  
 موافق ایک لاکھ چوبیس ہزار و دہش ہے مگر جن کے فضائل میں احادیث طیبہ لسان  
 ہیں۔ وہ کتنی کے چند حضرات ہیں اور باقیوں کی فضیلت میں صرف صحبت رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہے۔ اس لئے کہ "صحبت رسول" کے فضائل عقیدہ کے ترتیب  
 میں قرآن و حدیث ناقص ہے۔ پس اگر کسی صحابی کے فضائل میں احادیث نہ ہوں  
 یا کم آئی ہوں تو یہ ان کی فضیلت و غنیمت میں کمی کی دلیل نہیں ہے۔ اسی لئے ہم  
 یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے  
 دلوں میں آپ کے شرف و مقام کا اضافہ ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اے اللہ معاویہ  
**اولاً** کو حساب و کتاب کی تسلیم سے سرفراز فرما اور عذاب سے محفوظ  
 رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت عباس بن ساریہ سے  
 روایت کیا ہے۔ مسند امام احمد بہت بڑی اعتماد والی کتاب ہے۔ حافظ ثقفی  
 بلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی جملہ مرویات مقبول ہیں اور جو ضعیف  
 ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔ نیز امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا قول ہے  
 کہ اگر مسلمان کسی مسئلے میں اختلاف کریں تو انہیں چاہیے کہ وہ میری مسند کی  
 طرف رجوع کریں۔ اگر تم اس میں پاؤ تو وہ حسن ہے ورنہ حجت نہیں اور بعض  
 نے تو مسند احمد کی تمام روایات کو صحیح پر اطلاق کیا ہے۔ نیز ابن جوزی نے جو  
 مسند احمد کی بعض روایات کو ضعیفی کہا ہے۔ وہ اس کی اپنی خطا ہے۔ کیونکہ  
 تعصب اور افراط جوزی کی سرشت ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے  
 ہیں کہ مسند احمد میں کوئی موضوع حدیث نہیں ہے اور یہ کتاب سنن ابو جریج سے

صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں۔ "انتہی"

حضرت ابن عباس کا شمار فضلاء صحابہ میں تھا۔ آپ کے علم کی وسعت کے پیش نظر آپ کو بحر العلوم، جبرامت اور ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم نے ان کے لئے علم و حکمت اور تفسیر قرآن بالآدلی کی دعا فرمائی تھی جو کہ قبول ہوئی۔ آپ کا شمار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص میں تھا۔ آپ دشمنان علی کے شدید تکبر تھے۔ حضرت نے آپ کو خوارج حمزہ کے پاس مناظرے کے لئے بھیجا تھا۔ آپ نے مناظرہ کیا اور خارجیوں کو جواب کر دیا۔ جب حضرت ابن عباس جیسے ذی علم شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی گواہی دیں اور اپنے غلام کو ان پر تکبر کرنے سے منع فرمائیں اور دلیل یہ دیں کہ وہ صحابی رسول ہیں تو اسی سے حضرت معاویہ کے توفیق و علو کا پتہ چل جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جبرامت حضرت ابن عباس کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے لئے یہی سب سے بڑی شہادت ہے۔

**والجاء** حضرت معاویہ کا تب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اپنی کتاب "خلاصۃ السیر" میں امام مفتی حریم احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری نے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ کاتب تھے۔ چاروں خلفاء کے علاوہ عامر بن قیس، عبد اللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس بن شماس، خالد بن سید بن عاص، حنظل بن ریح، سلمیٰ، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان، شریک بن جابر بن حسنہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کو کتبت وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ یعنی دوسروں کی بہ نسبت یہ کل وقتی کاتب تھے۔ "انتہی"

تیرہ جو کہا گیا ہے کہ کتبت وحی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ امام احمد بن محمد قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں اس قول کو صریح مردود کہا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان پہلا ہیں۔ جنگ کے بیٹے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں۔

**خامساً** شیخ علی ہروی، ملا علی قادیانی شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ امام عبد اللہ ابن مبارک سے دریافت کیا گیا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمرکابی میں جنگ کرتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا تھا وہ بھی عمرو بن عبد العزیز سے کئی درجہ افضل ہے۔ اس منقبت پر غور کرو۔ اس کلمہ کی فضیلت تو تجھے اس وقت معلوم ہوگی جب تجھے عبد اللہ ابن مبارک اور عمر بن عبد العزیز کی فضیلت معلوم ہو جائے گی جو کہ بے شمار ہیں اور محدثین کی مبسوط کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو امام الہدیٰ اور بانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ محدثین اور فقہاء ان کے قول کو عظیم اور محبت مانتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کرتے تھے۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حدیث رسول کو جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے بھی افضل ہیں تو ان کے مقام و مرتبہ میں تجھے کیا گمان ہو سکتا ہے۔

**سادساً** بخاری اور مسلم "حضرت معاویہ" سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ صرف ثقہ، عاقل اور صدوق راویوں کی ہی روایت کرتے ہیں اور یہی ان کی شرط ہے اور مروان بن حکم نے کتاب طہارت میں آپ کو فقہاء کی صف سے خارج رکھا ہے حالانکہ وہ ضعیف



روایات بھی حاصل کرتا ہے۔

**مسائل** صحابہ کرام اور محدثین عظام حضرت معاویہ کی مدح کرتے ہیں حالانکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن اور واقعات اختلافیہ کے تمام لوگوں سے زیادہ واقف ہیں اور ان کی تصدیق و توثیق ہے۔ امام قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ مناقب کا مجموعہ ہیں۔ اسی طرح شرح مسلم میں ہے کہ آپ کا شمار عدول فضلاء اور صحابہ اخیار میں ہے۔ امام یاقعی فرماتے ہیں کہ آپ نہایت بزرگوار، سخی، سیاست دان صاحب عقل اور سیادت کاملہ کے حقدار، صاحب الرائے تھے۔ گویا کہ حکومت کرنے کے لئے ہی پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کرام ان کے نام کے بعد رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں جیسا کہ دیگر صحابہ کے نام کے بعد لکھتے ہیں بلا تفریق۔ جیسا کہ بروایت بخاری حضرت ابن عباس کا قول گزر چکا ہے۔

ابن اشیر جزیری کے نہایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت معاویہ سے زیادہ لائق سیادت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ تو کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر فاروق کو بھی نہیں۔ فرمایا کہ حضرت عمر ان سے بہتر تھے لیکن سیادت کے معاملے میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی آگے تھے۔ حضرت ابن عمر کے قول کی توجیح اس طرح کی گئی ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ از حد کنی اور مال خرچ کرنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور بعض نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ واقعی انداز حکمرانی میں ان سے بڑھ کر تھے۔

قاضی عیاض ذکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے معافی بن عمر ان سے کہا۔ کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت معاویہ سے افضل ہیں تو وہ غصہ میں آگئے اور

فرمانے لگے کہ حضور اکرم کے صحابہ کرام کے ساتھ کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ صحابی رسول مقبول ہیں۔ وہ آپ کے برابر نسبتی ہیں کتاب میں اور سب سے بڑھ کر وحی الہی کے امین ہیں۔

**ثامناً** حضرت امیر معاویہ کا کثیر احادیث کا روایت کرنا۔ امام ذہبی ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ام حبیبہ رضوان اللہ علیہم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ نیز اپنے تقدم کے باوجود حضرت ابو ذر نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید، حضرت جریر رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے ان سے روایت کی ہے، پھر تابعین میں سے حضرت جابر، ابو ذر، ابو ہریرہ، ابو ہریرہ بن مسیب، خالد بن معدان، ابو صالح سمان، سعید، تمام بن مذہب کے علاوہ کثیر خلق نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ "انہی۔"

بخاری نے اپنی صحیح میں "حضرت معاویہ" سے آٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث یہاں ذکر کر رہے ہیں جن سے نہ صرف حضرت امیر معاویہ کا شرف واضح ہو جائے گا بلکہ علماء کے دلوں میں آپ کی محبت بھی فروں تر ہوگی۔

امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے حضرت معاویہ سے صرف تین روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اہل کتاب "یہود و نصاریٰ" نے اپنے دین میں بہتر فرماتے ہیں اور یہ ملت "اسلامیہ" تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی جن میں ایک فرقے کے مجز بقیہ سب جہنمی ہیں اور جو جنتی ہے وہ جماعت ہے، پھر میری امت میں سے ایک قوم نمودار ہوگی جس میں خواہشات

اس طرح پھیل جائیگی جس طرح کتے کا زہر کسی شخص میں سزائت کر جاتا ہے کوئی رنگ دریشہ اور جوڑا ایسا نہیں رہتا کہ جس میں زہر نہ پہنچے۔

بقی، ابو داؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب تم عورتوں کی اتباع کرو گے تو بگڑ جاؤ گے۔

امام احمد، نسائی اور حاکم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا: قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے، مگر جو شخص مشرک ہو کر میرے یا کسی مومن کو عداً قتل کرے، اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ غضب میرے بعد کچھ آئمہ ہوں گے، وہ جو کہیں گے ان کی بات رد نہیں کی جائے گی۔ وہ جہنم میں ایسے گھسیں گے جیسے کہ بندہ گھسیں گے۔

ترمذی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص شراب پیے پس اس کو کوڑے مارو، حتیٰ کہ وہ ہر جتنی مرتبہ پیے تو پھر اس کو قتل کر دو۔

ابو داؤد نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ جو شراب پیں تو انہیں کوڑے مارو، پھر پیں تو پھر مارو، پھر پیں تو پھر مارو، پھر بھی پیں تو انہیں قتل کر دو۔ قتل کرنے کا حکم یا تو تہدید ہے یا مسنون ہے۔

ابو داؤد اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

سے بھی حدیث معاویہ کی مثل روایت کی ہے۔

بخاری نے حضرت ابو امامہ بن سہل سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا اور انھیں کہ وہ منبر پر جلوہ افروز تھے۔ مؤذن نے اذان دی اور کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر حضرت معاویہ نے بھی کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مؤذن نے کہا: اشہد ان لا اله الا اللہ۔ حضرت معاویہ اور میں نے بھی کہا: اشہد ان لا اله الا اللہ۔ مؤذن نے کہا: اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ تو حضرت معاویہ نے بھی کہا: اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ پس جب اذان پوری ہو گئی تو حضرت معاویہ نے کہا کہ لوگو! میں نے مؤذن کی اذان کے وقت اسی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا۔ آپ بھی یہی کلمات فرماتے ہو کہ تم نے مجھ سے سنے ہیں۔

امام احمد، حضرت علقمہ بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ کے نزدیک تھا۔ آپ وہاں دہراتے تھے تو مؤذن کہتا تھا مگر جب مؤذن نے سحی الصلوٰۃ کہا تو آپ نے فرمایا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ جب مؤذن نے کہا: سحی علی انقلاب تو آپ نے کہا: لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اللہ علی العظیم۔ بعد ازاں وہی کہا کہ جو مؤذن نے کہا: پھر فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے۔

بخاری، مسلم، مؤلف امام مالک، ابو داؤد، ترمذی و نسائی نے حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ منبر پر سال حج میں حضرت امیر معاویہ سے سنا جبکہ بالوں کا ایک گچھا آپ کے



پہرے دار کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اپنی مدینہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ایسے باتوں سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے نبی اسرائیل اس وقت تباہ ہوئے تھے جس وقت وہ ایسے باتوں کو پکڑتے "قبول" تھے۔

شیخین اور نسائی نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مدینہ شریف آئے اور ہمیں مخاطب کر کے باتوں کا ایک چوڑا نکالا اور فرمایا کہ میں نہیں دیکھتا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ بھی کوئی اس کو بنا آئے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسے باتوں کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے ان کا نام "جھوٹ" رکھا تھا امام نسائی حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ کو منبر پر دیکھا اور ان کے ہاتھ میں باتوں کے باتوں کا ایک گچھا تھا۔ فرمایا کہ مسلمان غور توں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے بال استعمال کرتی ہیں۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے سنا کہ وہ غور توں جو اپنے سر میں ایسے باتوں کا اضافہ کرتی ہیں جبکہ یہ غصہ جھوٹ ہے جس کو وہ پھیلا رہی ہیں۔

طبرانی نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمر کی زبان اور دل میں تحقیق کمرہ دیا ہے۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغاطہ میں ڈالنے والی باتیں کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابوداؤد میں روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں

کے سامنے وضو فرمایا جیسا کہ انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ جب سر کے مسح تک پہنچے تو پانی کا چلو بھر کر اٹھے ہاتھ پر ڈالا پھر اس کو وسط سر تک لے گئے یہاں تک کہ پانی کے قطرے گرنے لگے یا گرنے کے قریب تھے پھر پیشانی سے گدی تک اور گدی سے پیشانی تک مسح کیا۔

ابوداؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام فرمایا کہ رکوع اور سجدے میں چھ سے آگے نہ بڑھا کر رکوع اور سجدے میں جتنی دیر میں تم سے پہلے چلا جاتا ہوں تو رکعت کے لئے اٹھتے وقت اتنا حصہ تم پالیتے ہو بیشک میرا جسم کچھ بھاری ہو گیا ہے۔

ابونعیم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص برے عمل کرتا تھا اور ناحق ظلم کرتے ہوئے ستائش آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پس وہ شخص نکلا اور ویرانیاں میں ایک راہب کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ ایک ایسا شخص کہ جس نے ستائشے افراد کو ناحق قتل کیا ہو کیا اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ راہب نے کہا کہ نہیں تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک دوسرے راہب کے پاس گیا اور اس کو بھی اسی طرح کہا۔ دوسرے راہب نے بھی وہی کہا کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس شخص نے دوسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ پھر تیسرے راہب کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی دیکھا کچھ دریافت کیا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ توبہ قبول نہیں ہوگی۔ لہذا اس نے اس تیسرے راہب کو بھی قتل کر دیا۔

پھر وہ ایک اور چوتھے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ ایک شخص

نے بڑائی کا کوئی عمل نہیں چھوڑا اور اس نے ظلماً ناحق سو قتل بھی کئے  
ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ واجب نے اس سے کہا: قسم بخدا!  
اگر میں تجھ سے یہ کہوں اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں  
فرماتا تو یہ صریح جھوٹ ہے۔ یہاں دیر! علاوہ میں عبادت گزار قوم  
ہے۔ تم وہاں جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرو، پس  
وہ وہاں تائب ہو کر نکلا ابھی اس نے کچھ راستہ ہی طے کیا تھا کہ اللہ نے  
فرشتہ بھیج کر اس کی روح کو قبض کر لیا۔ پھر اس کے پاس عذاب اور رحمت  
کے فرشتے آگئے اور اس کے معاملے میں جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان  
کے پاس ایک اور فرشتے کو بھیجا جس نے ان دونوں فرشتوں سے کہا کہ دونوں  
گاؤں کے درمیانی فاصلے کو ناپ لو۔ جو قریب ہوگا اس کا شمار اسی گاؤں  
والوں میں ہوگا۔ چنانچہ ناپا گیا تو وہ عبادت گزاروں اور توبہ تلا کرنے  
والوں کے گاؤں کے چند انگلی برابر قریب نکلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو  
بخش دیا۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں ہم نے بطریق ابو داؤد، عبد اللہ  
بن علام سے اور انہوں نے مغیرہ بن قرقہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں  
کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد میں باب حوض پر لوگوں  
کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے فلاں فلاں دن چاند  
دیکھا اور تم پر روزہ رکھنے میں سبقت لے گیا ہوں۔ پس جو شخص اچھا سمجھتا  
ہے تو وہ ایسا کرے۔ حضرت مالک بن ہیرہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور  
کہا۔ اے معاویہ کیا ایسی کوئی چیز تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنی تھی؟ یا یہ تمہاری اپنی رائے ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھو اور اس کے پہلے  
حصہ کے۔

بخاری نے حمید بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ  
نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارشاد  
فرماتے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے  
دین میں ترقی عطا فرماتا ہے اور بیشک میں تو بائیسے والا ہوں جبکہ عطا  
کرتے والا تو اللہ تعالیٰ ہے اور یہ اُمت ہمیشہ دین پر قائم رہے گی۔ غنائین  
اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ امر الہی آجائے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔  
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا  
کہ میں تو خازن ہوں جس کو بطیب خاطر دوں گا پس اس میں برکت ہوگی  
اور جس کو اس کے مانگنے اور طلب کرنے پر دوں گا تو اس کی مثال ایسی ہوگی  
کہ جو کھائے مگر پیٹ نہ بھرے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت امیر معاویہ سے روایت کیا ہے۔  
وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوال کرتے ہوئے  
پسٹ نہ جایا کرو۔ قسم بخدا! اگر تم میں سے کوئی مجھ سے سوال کرے اور میں  
اس کے سوال کے بار بار اصرار پر اس کو کچھ دے دوں تو میرے اس عطیہ  
میں اس کے لئے برکت نہیں ہوگی۔

ابو داؤد اور نسائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتے کی سواری سے اور سونے کے  
پہننے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ مولیٰ چھڑا ہو۔ اسی طرح ایک اور



روایت میں ہے جو کہ انہی کتب میں حضرت معاویہ سے مرفوعاً مروی ہے۔  
آپ نے فرمایا کہ تم ریشم اور چیتے پر سواری نہ کرو۔

نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں  
کہ ان کے پاس اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس کہا کہ کیا تمہیں معلوم  
ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ٹکڑا بھر سونے کے پہننے سے بھی منع فرمایا  
ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ عظیم

ابوداؤد نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے اصحاب نبی  
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے اس چیز سے اور چیتے کی کھال پر سواری سے منع فرمایا ہے۔  
تو انہوں نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حج اور عمرہ کے درمیان قرآن سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے کہا۔  
کہ یہ تو ہم نہیں جانتے، حضرت معاویہ نے فرمایا کہ یہ بھی انہی میں شمار ہے  
مگر تم نے بھلا دیا۔

ابو مسلم بن عقیل کی روایت ان کے چچ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ  
فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ  
مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کے لئے بلایا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ میں  
نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا کہ قیامت کے روز مؤذنون  
کی گردنیں سب سے لمبی "اونچی" ہوں گی۔

ابو مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ مسجد  
میں لوگوں کے ایک حلقہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ حلقہ باندھ کر کیسے بیٹھے  
ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ کیا صرف

اسی لئے بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا کہ بخدا اس کے علاوہ بیٹھے کا ہمارا کوئی مقصد  
نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے میں نے حلفت اس لئے نہیں لیا کہ تم پر کوئی  
تہمت لگا رہا ہو بلکہ جن حضرات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عجب  
جیسا قرب حاصل تھا ان میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس نے مجھ سے کم روایت نقل  
کی ہوں۔ بے شک حضور علیہ السلام صحابہ کی جماعت کے ایک حلقہ کے پاس  
گئے اور فرمایا کہ تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم یہاں  
بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور ہم اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے  
ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور یہ اس کا احسان عظیم ہے۔ آپ نے  
فرمایا۔ اللہ تم صرف اسی مقصد سے بیٹھے ہو۔ عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے  
فرمایا کہ تم سے قسم اس لئے نہیں لی کہ تم پر کوئی تہمت ہے لیکن حضرت جبریل  
علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے رب و  
تم پر فخر فرماتا ہے۔

حدث فی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضرت  
معاویہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم کے سامنے وحی کو تحریر فرماتے تھے۔ آپ  
نے حضرت معاویہ سے فرمایا کہ ووات ڈال دو، قلم کا قطر مٹھا کر دو، حرف  
ہا کو سیدھا لکھو۔ سین کے دہانوں کے درمیان فرق رکھو۔ نیم کے سرے کو ملا  
کر نہ لکھو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو۔ رحمن کو کھینچ کر لکھو اور رحیم کو  
حسین لکھو۔

حضرت ابیر معاویہ اتباع سنت میں جریں تھے۔ امام  
تاسعاً | ہنفی شرح السنہ میں ابی مجاز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت  
معاویہ رضی اللہ عنہ ایک دن نیکے تو عبد اللہ ابن عامر اور عبد اللہ ابن زبیر بیٹھے

تھے۔ ابن عامر دیکھ کر کھڑے ہو گئے، جبکہ ابن زبیر بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے لئے کھڑے ہوں تو وہ اپناٹھکانہ جہنم کو بنائے۔ اس حدیث کو ترمذی، ابو داؤد اور مسند احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

ابو داؤد اور ترمذی میں عمرو بن مرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے امور میں سے کسی شے کا حاکم بنایا ہو اور اس نے ان کی حاجت و ضرورت اور فقر و خلت کے آگے پردہ حائل کر دیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی حاجت و خلت اور فقر کے آگے پردہ حائل کر دیتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ نے لوگوں کی ضروریات معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کا تقرر کر دیا۔

بخاری نے میسر بن شعبہ کے کاتب وارد سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ نے میسر بن شعبہ کو لکھا کہ میرے پاس کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیج کہ جس کو تم نے خود حضور علیہ سے سنا ہو تو حضرت میسر بن شعبہ نے ان کی طرف لکھا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو نماز سے فراغت کے بعد تین بار یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا ہے۔  
لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد  
وہو کل شیء قدیر۔ پھر فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میل و محبت، کثرت سوال، تصفیع مال، لوگوں کے حقوق ادا کرنے، ماؤں کی نافرمانی، اور بیٹیوں کو زندہ دہ گور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ترمذی میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین نبی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ مجھے اختصار سے کوئی وصیقت تحریر

فرمائیں۔ نبی صدیقہ نے ان کو لکھا۔ السلام علیک ابا عبد۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگوں پر نیکی کرے اللہ کی رضا کا طلبگار ہوگا تو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معاونت کا فیما ہے اور جو اللہ کو ناراض کرے لوگوں کی رضا کا طلبگار ہوگا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی طرف سے اس کا وکیل ہوگا۔ والسلام۔

ترمذی اور ابو داؤد نے سلیم بن عامر سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ تھا اور آپ ان کے علاقہ کی جانب نحو سفر تھے اس لئے کہ جیسے ہی معاہدے کی معاہدہ ختم ہو رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ پس ایک شخص جو گھوڑے یا خنجر پر سوار تھا آیا اور وہ کہتا تھا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابقائے عہد لادنی ہے جنگ نہ کرو۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاویہ نے اس سے دریافت کیا اس معاملے میں تو انہوں نے کہا۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہو تو جب تک مدت معاہدہ ختم نہ ہو اس وقت تک عہد نہ توڑے یا پھر ان کے معاہدے کو مسترد کر دے تاکہ عدم معاہدہ سے فریقین برابر آگاہ ہوں۔ پس کمر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہی لوگوں کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔

حضرت معاویہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کی ایک مثال وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے شفا شریعت میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عابس بن ربیعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گھر کے دروازے میں داخل ہوئے تو حضرت معاویہ پلنگ سے اٹھے اور ان سے انگلیہ



ہو کر ملے، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور مرغاب نامی علاقہ "جو کہ نہر مرو کے پاس تھا" کی زمین ان کو عطا فرمادی۔ یہ عطا و اکرام صرف اس لئے تھا کہ حضرت عابس کی صورت حضور اکرم نور عیسم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت شریفہ کے مشابہ تھی۔

**عاشر** حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث کی اتباع کا حکم فرماتے اور اس کی مخالفت سے منع فرماتے تھے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ مدینہ شریف میں آئے اور یہاں کے فقہاء سے کوئی ایسی چیز سنتے جو سنت رسول کے مخالف ہوتی تو اہل مدینہ کو جمع کر کے فرماتے کہ کہاں میں تمہارے علماء ہیں؟ میں نے تو حضور علیہ السلام کو یوں فرماتے سنا ہے اور اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز پڑھتے ہو، البتہ تحقیق ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور علیہ السلام کو ہم نے ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے اس نماز سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے فرضوں کے بعد دو رکعت پڑھنے سے۔

امام احمد بن حنبل نے امام مسلم حضرت عمرو بن عطا سے روایت کرتے ہیں کہ تابع بن بکر نے ان کو سائب کے پاس اس لئے بھیجا کہ میں ان سے "سائب" سے ایسی بات معلوم کروں جو انہوں نے حضرت معاویہ کو مانا میں کرتے ہوئے دیکھا ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ مقتصرہ میں میں نے حضرت معاویہ کے ہمراہ نماز جمہ پڑھی تھی۔ جب انہوں نے سلام

بھیجا تو میں نے اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی۔ جب گھر لوٹے تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ تو نے کیا ہے دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔ جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ بات نہ کر لو یا اپنی جگہ سے ہٹ نہ جاؤ۔

امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حدیثیں وہ روایت کرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں روایت کی گئی ہیں اس لئے کہ حضرت عمر لوگوں کو ثواب الہی سے ڈراتے تھے، شارح مسلم فرماتے ہیں کہ یہ ممانعت بغیر تحقیق و تدقیق کے کثرت احادیث بیان کرنے سے ہے۔ اس لئے کہ حضرت معاویہ کے زمانے میں اہل کتاب نے مفتوحہ علاقوں میں ان کی کتابوں سے نقل و روایت کا رواج شروع ہو گیا تھا اس لیے آپ نے اس سے منع فرمایا اور لوگوں کو عہد فاروقی کی مرویات کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دین مہدیت کے معاملے میں سختی کرتے تھے اور ضبط سے کام لیتے تھے۔ لوگ ان کی ہیبت و سطوت سے خوفزدہ تھے اور وہ حدیث میں جلد بازی سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ احادیث پر شہادت طلب کرتے تھے یہاں تک کہ احادیث خوب مستقر ہو گئیں اور سنن مشہور ہو گئیں۔

بخاری نے محمد بن جیسر بن مطعم سے روایت کیا ہے کہ وہ قریش کے ایک وفد کے ہمراہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو کسی نے یہ روایت پہنچائی کہ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ عنقریب علاقہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی آپ غضب ناک ہو گئے۔ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

پھر فرمایا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جو نہ تو وہ کتاب اللہ میں ہیں اور نہ اس کا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وہ تمہارے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم ایسی باتوں سے بچو کہ وہ تمہیں گمراہ کر دیں گی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔ یہ امر قریش میں رہے گا۔ تم میں سے کوئی شخص ان کے ساتھ دشمنی نہیں کرے گا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی پیشانی پر نشان نہ لگا دے یا وہ دین کو قائم نہ کریں۔

**حادی عشر** کثیر صحابہ کرام کی بیعت نے حضرت معاذ بن جبل کی پیروی کی مثلاً حضرت عمرو بن عاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ زبید رضی اللہ عنہ معاذ بن جندب وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

**اثنا عشر** حضرت عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جندب کو شام کا گورنر بنایا۔ حالانکہ آپ تو حکام و امراء کی صلاح و فساد میں بہت احتیاط فرماتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت معاذ بن جندب کو معزول نہ کیا بلکہ ان کی گورنری پر بحال رکھا۔

**ثلاثہ عشر** فقہاء کرام حضرت ابو حنیفہ کے جہتہ کو معتد علیہ سمجھتے تھے۔ اور دیگر صحابہ کرام کے مذہب کی حرمت آپ کا مذہب بھی ذکر کرتے تھے۔ مثلاً آپ کا یہ قول کہ معاذ ابن جبل معاذ بن سعید بن مسیب کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کا فسق کا وارث ہو سکتا ہے اور حضرت معاذ بن جندب کا یہ قول کہ عمار ایک دیوانے والے کو ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ان کا یہ قول کہ کینین یا مینین کا اسلام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور حضرت

معاذ رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح ثابت ہے۔

**اربعہ عشر** حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا خلافت حضرت معاذ بن جندب کو سپرد کر دینا باوجود اس کے کہ امام حسن کے ساتھ ایسے چالیس ہزار اشخاص تھے جنہوں نے موت پر ان سے بیعت کر رکھی تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے ال نہ ہوتے تو سبط یلیب امام حسن خلافت ان کے حوالے کیوں کرتے۔ بلکہ اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حرج جنگ لڑتے۔ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

**خامسہ عشر** حضرت معاذ رضی اللہ عنہ امام حسن علیہ السلام سے نہایت ادب سے پیش آتے تھے اور ان کی خدمت کرتے تھے۔ اہل بیت نبوت کے فضائل میں رطب اللسان رہتے۔ ہر سب باتیں مخالفت و مخالفت کے باوجود ان کے اثبات حق پر دلالت کرتی ہیں مگر مخالفت و مخالفت تو بقدر الہی پیش آتی تھی۔

امام احمد نے اپنی مسند حضرت معاذ بن جندب کا یہ قول روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت امام حسن علیہ السلام کی زبان اور ہونٹ چوستے تھے اور لبتہ اوسالی ان لبوں اور زبان کو کبھی عذاب نہ دے گا جن کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوہا ہو۔ ملا علی قاری ہمدانی شرح مشکوٰۃ میں عبداللہ ابن بریدہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن حضرت معاذ بن جندب کے ہاں تشریف لائے تو حضرت معاذ نے فرمایا کہ میں آپ کی خدمت میں ایسا عطیہ پیش کروں گا کہ ایسا عطیہ نہ تو آپ سے پہلے کسی کو ملا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو ملے گا۔ پھر چار لاکھ کا عطیہ پیش کیا جو امام حسن نے قبول فرمایا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کوئی



مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پرسوال حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو اس لئے کہ وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم ہیں۔ سائل نے کہا کہ امیر المومنین مجھے علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے آپ کا جواب زیادہ پسند ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بڑی بات ہے تو ایسے آدمی کو ناپسند کر رہا ہے جس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے علم کی بنا پر موزر سمجھتے تھے اور اس کے بارے میں فرمایا کہ "اے علی تیری نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نہیں نہیں آئے گا۔" یونہی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ درپیش آتا تو ان سے دریافت فرماتے۔ یہ حدیث مسند احمد کے علاوہ دوسری کتب میں بھی مروی ہے اور بعض نے کچھ زیادہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ مثلاً حضرت معاویہ نے اس سائل سے فرمایا کہ کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ تیرے پاؤں کو کھڑا کرے۔ اور اراکین دیوان سے اس کا نام خارج کر دیا۔ مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروق، حضرت علی سے مسائل دریافت کرتے اور استفادہ کرتے تھے اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جب بھی حضرت عمر کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آیا تو آپ فرماتے کہ یہاں "حضرت" علی "رضی اللہ عنہ" موجود ہیں۔

امام مستغفری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عقیب بن عامر سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جہا تھا تو فرمایا کہ تم مجھ کو علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبوب روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔ اس کے قبل کہ میرے اور ان کے درمیان جو کچھ رہنما ہوا، اور میں جانتا ہوں کہ ان کی اولاد میں سے ایک خلیفہ ہوگا جو اپنے زمانے میں دئے زمین پر سب سے بہتر ہوگا اور ان کا ایک نام آسمان میں ہے جس کو آسمان والے

جانتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ ان کے زمانے میں پھلوں کی کثرت ہوگی باطل مٹ جائے گا اور حق زندہ ہوگا۔ وہ صالح لوگوں کا زمانہ ہوگا۔ ان کے سر بلند ہوں گے اور وہ ان کو دیکھیں گے۔ "معاویہ سے حضرت امام مہدی ہیں۔" حاکم اور ابن بخاری نے بروایت بشام بن محمد ان کے والد سے روایت کیا ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت امیر معاویہ سے سالانہ ایک لاکھ عطیہ ملتا تھا تو ایک سال وہ وظیفہ کئی طرح رک گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ شدید تنگدستی کا شکار ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قلم و دوات مشکوٰۃ تاکہ معاویہ کو خط لکھوں اور اسے اپنی یاد دہانی کراؤں۔ پھر میں خاموش ہو گیا۔ پس میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم کیسے ہو، میں نے عرض کیا، آبا جان بہتر ہوں اور وظیفہ میں تاخیر کی شکایت بھی کی تو آپ نے فرمایا کہ تو دوات مشکوٰۃ کرا اپنی جیسی مخلوق کو خط لکھ رہا تھا تاکہ اس کو یاد دہانی کرائے۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر میں کس طرح کروں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ کہو۔ اسے میرے تلب میں اپنی امید ڈال دے اور اپنے سے علاوہ کی تمام امیدیں مٹا دے۔ حتیٰ کہ میں تیرے سوا کسی سے امید نہ رکھوں۔ اسے اللہ میری قوت میں اضافہ فرما جو کہم عقلی کی درج سے کمزور ہو گئی ہے تاکہ اس کی طرف میری رغبت نہ جائے اور نہ میرا سوال اس کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ میری زبان پر جاری ہو سکتی ہے اور جو قوتے اولین و آخرین کو یقین کی دولت مرحمت فرمائی ہے۔ اسے رب العالمین مجھے بھی اس کے لئے خاص کر لے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم مجھ میں نے مشکل ایک ہیفتہ بھی یہ دعا نہیں کی تھی کہ مجھے پندرہ لاکھ کا وظیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مرسلہ مل گیا۔ پس میں نے کہا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو اپنے مکر میں کو کبھی فراموش نہیں

فرمایا اور نہ اس کی دعا کو رد فرماتا ہے۔ پھر میں نے دوبارہ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا اے حسن اس کیسے ہو عرض کی۔ یا رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" بہتر ہوں۔ اور اپنی ساری بات بیان کی۔ تو فرمایا۔ اے میرے نختِ جگر بیٹے، اسی طرح جو اپنی امید کو خالق سے وابستہ رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا معاملہ کرتا ہے۔

محمد بن محمود آل علی اپنی تصنیف نفائس القنون میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ حضرت علی خدا کی قسم شیر کی طرح تھے۔ جب آواز لگاتے تھے اور جب تلخ ہوتے تو چاند کی طرح۔ جب عطا و اکرام پر آتے تو بارانِ رحمت کی طرح ہوتے تھے۔ بعض حاضرین نے دریافت کیا کہ آپ افضل ہیں یا علی؟ فرمایا کہ حضرت علی کے چند نقوش بھی آل ابی سفیان سے بہتر ہیں۔ پھر دریافت کیا گیا کہ آپ نے علی سے جنگ کیوں کی؟ فرمایا کہ حکومت و بادشاہت بے غیر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو حضرت علی کی مدح میں ان کی شایانِ شان شعر سنائے میں اس کو ہر شعر کے بدلے ہزار دینار نام دوں گا۔ چنانچہ حاضرین نے شعر سنائے اور حضرت معاویہ فرماتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر حضرت عمر بن عباس رضی اللہ عنہ نے کئی شعر پڑھے۔ جب وہ اس شعر پر پہنچے

هو البناء العظيم وقلک نوح

وباب الله وانقطع الخطاب

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس شعر کو پسند کیا اور انہیں سات ہزار دینار مرحمت فرمائے۔

صواعقِ محرقہ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن جحرہ سے کہا کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف سناؤ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معاف فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تجھے قسم دیتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ قسم بخدا حضرت علی کی غایت نہایت بعید تھی۔ بہت قوی تھے۔ وہ قیصلہ کرنے کے اہل تھے۔ عدل پر بخوبی حکم دیتے تھے۔ ان کے چاروں اطراف علم کے فوارے پھوٹتے تھے۔ حکمت ان کی زبان پر بولتی تھی۔ دنیا اور اس کی رنگینیوں سے وحشت زدہ رہتے تھے۔ رات سے انہیں موافقت تھی اور اس کی وحشت و تنہائی سے بھی نجات رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ راتے رہتے تھے۔ لمبی سوچ رکھتے تھے۔ مخقر لباس رکھتے اور کھانا بھی معمولی کھاتے۔ ہمارے درمیان سادگی سے رہتے۔ ہمارے سوال کا جواب دیتے اور ہمارے بلانے پر چلے آتے۔ قسم بخدا۔ اتنی قربت کے باوجود ہم پر ان کی ایسی ہیبت تھی کہ ہم ان سے کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ وہ دینی بھائیوں کی تکلیف کرتے، مساکین کو قرب بخشتے۔ کوئی شہ زور اپنے ناحق کے لئے ان کی حمایت کی توقع نہیں کرتا تھا اور ضعیف ان کے عدل سے ناامید نہیں تھے۔ بعض مواقع پر میں نے ان کو دیکھا کہ جب رات چھا جاتی، ستارے ڈوب چکے ہوتے تو آپ اپنا دائرہ شریف کو پکڑے ٹرپ ٹرپ کر رہے تھے اور غردین کی طرح آہ و بکا کر رہے تھے اور فرماتے۔ اے جا اپنے شوق کا دھوکہ کسی اور کو دے۔ حیدہاتِ ہیہات۔ جا میں نے تجھے تین طلاق دے دیں۔ کبھی بھی تیری طرف رجوع نہیں کروں گا۔ کیونکہ اے دنیا تیری عمر قلیل ہے مگر تیرے خطرات کثیر ہیں۔ آہ، آہ تو شہ کم ہے، مسافت دور ہے اور راستہ وحشتناک ہے۔ یہ اوصاف سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رونے



لگ گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ حسن کے باپ پر رحمت بے پایاں فرمائے۔ وہ واقعی ایسے ہی تھے۔

**السادس عشر** ایک آدمی خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یزید کو امیر المومنین کہا تو آپ نے اس کے کوڑے لگوائے اور دوسری دفعہ کسی نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جھوکی تو آپ نے اس کو بھی کوڑے لگوائے۔

**السابعة عشر** ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر خدمت تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ سے دریافت کیا کہ کیا تمہیں علی سے محبت ہے؟ عرض کیا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے درمیان جھگڑا ہوگی حضرت معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور عفو۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ ہم قضائے الہی پر ناراضی ہیں۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَكُنَا وَلَكِنَّ اللَّهَ يُفْعَلُ مَا يُرِيدُ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ شاید ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی وہ بڑی جماعتوں کے مابین صلح کرادے۔

**التاسعة عشر** حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنو امیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزہ کہا جائے گا۔ اس کو روایانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداد سے روایت کیا ہے۔

ابو علی "صحیح غالباً ابو یعلیٰ ہے" نے بسند ضعیف حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت انصاف پر قائم رہے گی۔ حتیٰ کہ پہلا شخص جو اس میں رخنہ ڈالے گا۔ وہ بنو امیہ کا ایک فرد ہوگا اور اس کو نیزہ کہا جائے گا۔ پس یہ بات اس اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سنت رسول کی کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ سن ستر ہجری کے شروع سے اللہ تعالیٰ سے چناد مانگو اور نوجوان چھو کر دس کی حکومت سے۔ "رواد احمد"

سن ۷۷ سے تاریخ ہجری مراد ہے یا پھر حضور علیہ السلام کی پروردہ پویشی کے ستر سال بعد مراد ہے اور نوجوانوں کی امارت سے مراد نیزہ کی امارت ہے اور اولو حکم اموی کی حکومت مراد ہے اور لوگوں میں سیرات پھیلی ہوئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے نیزہ کو دیکھا تھا جبکہ حضرت معاویہ اس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جنتی نے ایک جہنمی کو اٹھا رکھا ہے مگر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ نیزہ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا تھا جیسا کہ ابن امیر نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے۔

**الحکمۃ عشرین** حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا قصہ صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ سال کی عمر میں ماہ رجب میں بمقام دمشق فوت ہوئے۔ آخری عمر میں آپ کو لغوہ ہو گیا تھا اور وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں قریش کے ایک فرد کی طرح ذی طویٰ میں رہتا اور سلطنت و حکومت کو نظر بھردیکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک تمبند، ایک چادر "اورٹھنے والی" ایک قمیص اور کچھ بال شریف اور ناخن تھے۔ آپ کی وصیت تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی قمیص میں کفنانا اور اسی چادر شریف میں لپٹانا اور تمبند میری کمر پر لپیٹ دینا۔ پھر میرے ناک کے نتھنوں، پیشانی اور باجھوں میں یہ بال اور ناخن شریف رکھ دینا۔ بعد ازاں مجھے اللہ ارحم الراحمین کے حضور میں پیش کر دینا۔

**الحادی عشرین** امام الاثر امام مالک علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ کوئی شخص اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً ابوبکر، عمر، عثمان، معاویہ، یا عمرو بن عاص رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کو بھی گالی دے یا ایسا دیا کہے تو وہ گھلی گمراہی پر ہے یا کفر پر ہے۔ اسے قتل کیا جائے گا اور اگر گالی کے علاوہ کوئی اور بدگویی کرتا ہے۔ "اعتراض کرتا ہے" تو اسے عبرتناک سزا دی جائے۔ درصالحی عودہ

**فصل :- صلح کے ذکر میں جو کہ معجزہ ہے**

حضرت ابوبکر ثقیفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں

نے منبر شریف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جلوہ افروز دیکھا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک دفعہ اپنے صحابہ کو دیکھتے اور ایک دفعہ حضرت حسن کو دیکھتے اور فرماتے کہ میرا یہ بیٹا سزاوار ہے اور امید ہے کہ ان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

انہی حضرت ابوبکر ثقیفی سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے اور حضرت حسن، بچپن میں آتے اور حضور علیہ السلام کی گردن اور پشت پر بیٹھ جاتے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے تھے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدے سے اُٹھتے آہستہ آہستہ سرٹھاتے تھے کہ امام حسن کو نیچے اتر دیتے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے دیکھا ہے کہ جتنا آپ اس بچے سے پیار فرماتے ہیں اتنا کسی دوسرے بچے سے پیار نہیں فرماتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے دنیا میں یہ بھول ہیں لاریب میرا یہ بیٹا سزاوار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ یہ ابن ابی حاتم کی روایت ہے اور تقریباً ایسی ہی روایت مسند احمد میں ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع الاصول میں روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ قسم بخدا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما ایک پہاڑ جیسا لشکر لے کر حضرت سیدنا امیر معاویہ کے مقابلے پر آگئے تو حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسے دو ہند مقابل شکروں کو دیکھ رہا ہوں جو ایک دوسرے کو قتل کے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے۔ حضرت معاویہ نے فرمایا۔ قسم بخدا، وہ دونوں سے بہتر ہیں۔ اسے عمرو تو دیکھ کر اگر وہ ان کو



قتل کر ڈالیں تو پھر اسرارِ مسلمین کی نگہ بانی کے لئے کون رہ جائے گا؟ عورتوں کی کفالت کون کرے گا؟ بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کون رہ جائے گا؟ پھر حضرت معاویہ نے قریش کے دو آدمی حضرت عبدالرحمن بن عمرہ اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا پچانچہ یہ دونوں آپ کی خدمت میں گئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت حسن بن علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ ہم جو عبدالمطلب کو اس مال میں سے بہت کچھ وصول ہو چکا ہے اور یہ امت ایک دوسرے کا خون بہانے پر تلی گئی ہے پس آپ نے صلح کر لی۔

ملا علی تاری ہر ولی شرح مشکوٰۃ شریف میں "ذخائر" سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابو عمرو فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب شہید ہوئے تھے تو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار سے زائد لوگوں نے بیعت کی تھی اور اس سے پہلے وہ لوگ آپ کے والد کے ہاتھ پر بیعت علی الموت کر چکے تھے اور یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے فرمانبردار تھے۔ پس حضرت حسن عراق، ماوراءالنہر، عسقلان میں سات ماہ تک خلیفہ رہے پھر حضرت معاویہ نے ان کی طرف اور انہوں نے حضرت معاویہ کی طرف پیش قدمی کی اور سوا کے صلح میدان میں درفوں لشکر جب آئے سامنے صف آرا ہوئے تو امام حسن نے دیکھا کہ جب تک ایک لشکر دوسرے لشکر کا صفایا نہ کر دے کسی کو غلبہ حاصل نہ ہوگا۔ پس آپ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ وہ خلافت ان کے سپرد کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ اہل مدینہ، اہل حجاز و عراق کے کسی ایک آدمی سے بھی کسی قسم کی باز پرس نہیں کریں گے خصوصاً ان امور کے سلسلے میں جو میرے والد گرامی کے زمانے میں ہو چکے ہیں تو حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ یہ تو قیاس میں بھی نہیں ہے۔ مجھے سب کچھ منظور ہے مگر قیس بن سعد کی نہیں اس لئے کہ مجھے وہ جہاں بھی ملا تو میں اس کی زبان اور ہاتھ کاٹ لوں گا۔ حضرت حسن نے دوبارہ لکھا کہ اگر ایسی بات ہے تو میں آپ کی بات ہے تو میں آپ کی بیعت نہیں کروں گا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کے پاس ایک سفید کاغذ روانہ کیا اور کہا کہ اپنی مرضی کے مطابق شرائط لکھو، میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ ان دونوں کی صلح ہو گئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ شرط لکھی کہ حضرت معاویہ کے بعد امر خلافت ان کے سپرد ہوگا جس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔

عاریق محقق حضرت محمد بن محمد الحنفی البخاری المعروف خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ جو کہ حجت البلیغیت میں بہت آگے بڑھے ہمارے تھے۔ اپنی کتاب فصل الخطاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم غنی کا ارشاد ہے کہ جب امر خلافت حضرت حسن نے حضرت معاویہ کے حوالے کر دیا تو اس سنی کا نام "سنتہ الجماعت" رکھا گیا۔ ایک شیعہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا: "بیامہذی المؤمنین! اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو معزز المؤمنین یعنی مؤمنین کو عزت دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مارت کو مکروہ نہ جانو اس لئے کہ میرے بعد امر خلافت انہی کی راہ ہوگی۔ اگر تم نے اس کو گنوا دیا تو تم مردوں کو ان کے شکالوں سے بیروں کی طرح گرتے دیکھو گے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاویہ اگر امر خلافت کے تم والی ہو تو تمہیں اللہ سے ڈرنا اور انصاف

کرتا۔ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے یہ گمان رہا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اس آزمائش سے لازماً گزروں گا یہاں تک کہ میں اس آزمائش میں مبتلا ہوں۔ ”رواہ احمد و بیہقی“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق مسلمانوں کی دو نکتہ |  
عظیم جماعتوں پر جب تم نظر و فکر کرو گے تو تم ہر دو بڑی  
جماعتوں کو معظم و مکرم پاؤ گے اور عظمت و کرامت ہی ان پر دلالت کرتی ہے۔

### حضرت معاویہؓ پر طعن اور ان کے جوابات

جان لے کہ ہم حضرت معاویہؓ و دیگر صحابہ کرام علیہم السلام کے معصوم  
بہترنے کا دعویٰ نہیں کرتے کیونکہ معصوم ہونا انبیاء و ملائکہ کے ساتھ متعلق  
ہے اور انہی کے خواص میں سے ہے جیسا کہ مرام الکلام فی فہم الکلام میں اس  
کی تحقیق کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی انبیاء کرام سے جو باتیں سہواً یا طبیعت  
بشریہ سے صادر ہو جاتی ہیں ان کو نسیان کہا جاتا ہے لیکن ان کا نام ترکِ فضل  
رکھنا زیادہ افضل ہے اور اگر ایسی کوئی بات کسی ایک صحابی رسول سے  
صادر ہو جائے جو ان کی شانِ شان نہیں تو یہ بعید از امکان نہیں اور پھر  
حضرات صحابہ کرام کے مابین اختلافات و جنگیں ہوتی ہیں نیز ایسی باتوں کا صدور  
ہوا کہ جن میں غور و فکر کرنے والوں کو حیرانگی ہوتی ہے مگر ہمارے مذہب  
اہلسنت و جماعت میں حدود و جہات میں تاویل کرنے کی کوشش کی جائے  
اور جہاں تاویل ممکن ہی نہ ہو تو وہاں ایسی روایت کو رد کرنا واجب ہے۔  
نیز سکوت و طعن سے گریز بھی واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قطعی طور  
پر ان حضرات صحابہ سے مغفرت و اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ ان حضرات کو  
آگ مس نہیں کرے گی اور جو ان کے باہمی تناقضات پر تنقید کرے گا اس  
کے لئے سخت ترین وعید ہے۔ پس جملہ اصحاب رسول سے حسن ظن رکھنا اور  
ان کا ادب کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے۔ یہی سلف صالحین محدثین کا  
اور اصولیین حدیث کا مذہب ہے اور اسکا پر ثبات قدمی کے لئے ہم اللہ تعالیٰ  
سے سوال کرتے ہیں۔

اکثر لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں اور شاید اس  
میں سکت ہے کہ ان سے کوئی بات ہو گئی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے ارادہ  
فرمایا کہ آخر دنیا تک ان کے لئے اعمالِ صالحہ کا کوئی سلسلہ جاری رہے  
قریب ہے کہ جس چیز کو تم مکروہ جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

بعض محدثین نے جن میں مجدد الدین شیرازی نے اپنی کتاب  
پہلا طعن | سفر السعاده میں اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ کے  
فضائل میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور اسی طرح بخاری نے ابنِ ملیک  
کی حدیث پر ”مقلد ذکر معاویہ“ کا باب باندھ لیا ہے۔ دیگر صحابہ کی طرح  
فضائل و مناقب کا باب نہیں باندھا۔

اس سلسلے میں پہلے درجہ پیش گزر چکی ہیں۔ ان میں سے  
جواب | ایک مسند امام احمد کی اور دوسری سنن ترمذی کی ہے۔  
اگر عدمِ صحت سے عدمِ ثبوت مراد ہے تو یہ مردودِ قول ہے جیسا کہ فقہین  
کے مابین ہو گزرا اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا دائرہ بہت تنگ  
ہے اور بہت سے احکام و فضائلِ احادیثِ حسان سے ہی ثابت ہیں کیونکہ  
احادیثِ صحاح بہت کم ہیں۔ پھر جو حدیثیں سنن و مسند میں ہیں وہ



درج حسن سے کم نہیں ہیں۔ نیز فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کا جواز حدیث میں متنبین ہو چکا ہے۔ روایت حسن کی فضیلت تو اپنی جگہ میں ہے تو بعض کتب معتبرہ میں صاحب میزان امام محمد الدین ابن اثیر کا یہ قول دیکھا ہے کہ ہذا حدیث میں فضیلت معادیر کی حدیث صحیح ہے مگر اس وقت وہ کتاب یاد نہیں آ رہی ہے اور پھر شیخ عبدالحی محدث دہلوی نے بھی شرح سفر السعاده میں انصاف نہیں کیا گویا کہ انہوں نے کلام مصنف کا اقرار کر لیا ہے اور دوسرے تعصبات پر تعقب کی طرح اس پر بھی تعقب نہیں کیا۔

بخاری کے اس فعل کا جواب یہ ہے کہ ان کا تفتن فی الکلام ہے۔ اسی طرح بخاری نے اسامہ بن زید، عبد اللہ بن سلام، جابر بن مسلم بن عبد اللہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان کے فضائل جلیلہ کو ذکر مضمون سے ہی ذکر کیا ہے۔

**دوسرا طعن** امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول تھا کہ سرکارِ دہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پس میں دروازے کے عقب میں چھپ گیا تو حضور علیہ السلام نے پیادہ محبت سے مجھے کندھے پر مٹکا کر سید فرمایا۔ پھر فرمایا جاؤ معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور واپس آکر جواب دیا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

**جواب** یہ کلمہ عرب کی عادت کے طور پر ہے جیسے قاتلہ اللہ ما اکرمہ، ویل امہ وابیہ ما اجودہ، اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں، برسرِ تسمیہ، تو پھر

اللہ تعالیٰ اس کو موجب رحمت و قدرت بنادے گا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے۔ ”باب وہ شخص کہ جس پر نبیؐ نے لعنہ علیہ وسلم نے لعنہ کی ہو یا ملامت کی ہو یا بدو عادی ہو جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی، رحمت اور اجر ہوں گی اور پھر اس باب میں مذکورۃ الصدور حدیث لائے ہیں۔

اور اسی میں حضرت ابی بنی صدیقہ رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ”اے عائشہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے رب سے کیا شرط رکھی ہے۔“ میں نے کہا کہ اے اللہ میں بشری ہوں میں جس مسلمان کو میں نے گالی دی ہو، لعنہ کی ہو تو تو اس کو اس شخص کے لئے باعثِ طہارت بنادے۔

اسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیری ذات سے عہد لینا چاہتا ہوں اور تو اس کے کبھی برعکس نہ کرنا۔ میں لباسِ بشری میں ہوں۔ اگر کسی مسلمان کو اذیت دی یا کسی کو میں نے گالی دی ہو، لعنہ کی ہو یا مارا ہو تو آپ اس کو اس شخص کے لئے رحمت و باعثِ طہارت بنادینا اور روزِ حشر اس کو اپنی قربت کا سبب بنادینا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ اے اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ”لباسِ بشری میں ہوں مجھے بھی غصہ آ جاتا ہے جیسا کہ دوسرے بشر کو غصہ آ جاتا ہے۔“

اسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے شرط رکھی ہے۔ میں نے اللہ سے

درخواست کی ہے کہ میں لباس بشری میں ہوں۔ راضی بھی رہتا ہوں جیسے دوسرے بشر راضی ہوتے ہیں، غصہ بھی ہوتا ہوں جیسے دوسرے بشر غصہ ہوتے ہیں۔ پس اگر میں اپنی امت کے کسی فرد کے لئے بدعا کروں جب کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو تو اسکو شخص کے لئے پاکیزگی اور روزِ حشر اپنے تقرب کا باعث بنانا۔ پس اللہ تعالیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا فرمایا اور انہیں زمین کی سرداری عطا کی اور یہ انتہائی کرمِ گہری ہے

**تبصرہ اٹھن** | ترمذی شریف میں یوسف بن سعید سے مروی ہے کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کمرچکے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر امام حسن سے کہا کہ آپ نے مومنین کا منہ کالا کر دیا ہے۔ یا یہ کہا کہ آپ مومنین کا منہ کالا کرنے والے ہیں۔ امام حسن نے فرمایا کہ تو مجھے برا نہ کہہ اللہ تجھ پر رحم کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی امیہ کو اپنے منبر پر فروکش دیکھا تو آپ نے اس کو اچھا نہ سمجھا۔ پس سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ اے محمد یعنی ایک جنت میں ایک نہر ہے اور سورۃ القدر نازل ہوئی۔ خیر من الہن شہد تک۔ اے محمد بنو امیہ آپ کے بعد ایک ہزار ماہ تک حکمرانی کریں گے۔ تاہم بن فہشل کہتے ہیں کہ ہم نے بنو امیہ کی حکمرانی کی مدت تخمینہ لگایا تو واقعی پورے ایک ہزار ماہ ہوئے۔ نہ کم نہ زیادہ۔ انہی امام ابن الاثیر انہی جامع میں فرماتے ہیں کہ یہ ترسی سال چار ماہ ہوتے ہیں۔ امام حسن کی امیر معاویہ سے بیعت حضور علیہ السلام کے پردہ فرمانے کے تیس سال بعد ہوئی اور ان کی حکمرانی ابو مسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ نوٹ ۶۲ سال ہوئے۔ اس میں سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

کی مدت اٹھ سال اٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو باقی ایک ہزار ماہ رہ جاتا ہے۔ اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور علیہ السلام نے پردہ فرمایا اس حال میں کہ آپ تین قبائل کو اچھا نہ سمجھتے تھے (۱) بنو ثقیف (۲) بنو حنیفہ (۳) بنو امیہ۔ "ترمذی"

یہاں مطلقاً بنو امیہ کی مذمت مقصود نہیں ہے کیونکہ بنو امیہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دونوں شامل ہیں اور دونوں باجماع اہل سنت امام الہدیٰ ہیں اور حضور علیہ السلام کی ناگواری کا باعث نیزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور اولاد مروان بن حکم ہے یعنی یہ سنت رسول کے مخالف تھے اور اصحاب رسول و آل رسول کو انہوں نے ایذا دیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ ہے کہ امر خلافت کا بنو امیہ کی طرف منتقل ہونا نوشتہ تقدیر ہے اور اہل بیت نبوت کے لئے اللہ کے ہاں سے بھلائی بھی بھلائی ہے۔

**چوتھا طعن** | مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما حضرت سعد کے پاس آئے اور کہا کہ تجھے ابو تراب "حضرت علی کو سبب و شتم کرنے سے کس چیز نے منع کیا ہے۔ سعد نے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ان کے حق میں باتیں یا دہیں۔ میں ان کو سرگز برا نہیں کہوں گا۔ پس ان باتوں کا ذکر کیا (۱) حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہماروں کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (۲) خیبر کے دن میں مجھ سے اس کو عطا کروں گا جو



اللہ اور اس کے رسول مقبول سے محبت کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو (۲) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو حضور علیہ السلام نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے ابھی یہ ہیں میرے اہل بیت "اہل بیتنا" اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کی برائی کا کہنا کھلی غلطی ہے۔

**جواب** شرح مسلم شریف میں مذکور ہے کہ اس کی تاویل کرنا واجب ہے، یا پھر سب و شتم سے مراد ان کی اجتہاد میں خطا اور ہمارے اجتہاد کی صحت ہے یا یہ کہ انہوں نے قوم کے کچھ لوگوں کو حضرت علی کو برا بھلا کہتے سنا تو چاہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی حضرت علی کی فضیلت بیان کر کے لوگوں کو اس سے باز رکھیں اصل بات یہ نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ کو گالی دینے کا حکم نہیں ہے بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کو ان کی کنیت ابو تراب سے ذکر کرنا یہ کوئی تشبیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کی پسندیدہ کنیت تھی۔

**پانچواں طعن** حضرت معاویہ کے دور میں بدعات کا فہور ہے۔ شرح وقایہ میں ہے کہ مدنی پر قسم کا رد کرنا بدعت ہے۔ اور اس پر سب سے پہلے فیصلہ حضرت معاویہ نے کہا نیز سیوطی فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے خصی، بھجڑے، لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنایا۔

**جواب** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شہادت کے مطابق حضرت معاویہ مجتہد تھے۔ خطا و صواب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر انہوں نے یزید کو اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی تھی جس کو اس نے پورا نہ کیا اگر حسن بن علی رضی اللہ عنہما زندہ ہوتے تو حسب وعدہ امر خلافت انہیں کے سپرد ہوتا۔

حضرت معاویہ نے حضرت حسن بن علی کو زہر دلوایا۔

**چھٹا طعن** یہ بہت بڑا بہتان ہے اور مؤرخین کی ایسی خرافات ہیں جو معتد علیہ نہیں ہیں۔

**ساتواں طعن** تفتازانی کی شرح تلخیص میں مذکور ہے کہ حضرت معاویہ بیمار تھے تو حضرت امام حسن عیادت کے لئے تشریف لائے۔ بیٹھے تو معاویہ نے ان کے سامنے یہ اشعار پڑھے۔

وتجلدی للشامتین اریہو، انی لریب الدهول لا تنفع  
واذا المہدیۃ انشبت اظفارھا، الفیت کل تمیۃ لا تنفع  
یہ روایت غیر صحیح ہے اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس میں کوئی تصریح نہیں ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن علیہ السلام ہی ہوں۔

**آٹھواں طعن** کہ وہ حضرت حسن کے وصال پر خوش ہوئے۔ تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ اسی روز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بہت بڑا سانحہ ہوا ہے۔ ابن عباس نے کہا

مجھے علم نہیں، مگر آپ کو میں خوش دیکھتا ہوں۔

مؤرخین حاطب البلیل ہیں اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو گنا ہے ان کی خوشی کسی امر دیگر کا وجہ سے ہو۔

**جواب**

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ تجھے باغی مگر وہ قتل کرے گا۔ "مسلم"

**سوال طعن**

اہل سنت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر چڑھائی کی وہ امام حق پر چڑھائی کرنے والے ہیں مگر یہ بغاوت اجتہاد کی تھی جو کہ ان پر معاف ہے، ملا علی قاری

**جواب**

شرح مشکوٰۃ میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کی یہ تادیل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطلب بلکہ کرتے والا تھا۔

جنگ صفین میں حضرت علی کا قول "عبادت مخلوف" دسوال طعن

یہ گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت معاویہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جو سورۃ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

یہ روایان حضرت علی سے پسند شدہ منسوب ہے جو کہ وضع و تحریف میں ضرب المثل ہے۔ بر تقدیر تسلیم ہم یہ

**جواب**

نہیں مانتے کہ شارح نے جو ذکر کیا ہے وہی مراد صاحب دیوان کی ہے اس پر کیا حجت ہے کہ دوسرے پر قاضی شارح جیسے لوگ برائی کریں، اور پھر خلیفہ بطور تعزیر کسی شخص کو سب و شتم کر سکتا ہے جبکہ دوسروں کے لئے یہ جائز نہیں، چنانچہ جب ان اکابر کے مابین طعن بالستان

"تکوار" و قریح پذیر ہوا ہے تو ذبانی طعن تو بہت ہی کم ہے مگر یہ بھی دوسروں کے لئے جائز نہیں۔ اگر دو سبائی آپس میں سب و شتم کریں تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ کسی ایک کو گالی دے، اس نے بہت سے اعتراضات کا جواب واضح دیا ہے۔ ان میں سے زعفرانی اپنی کتاف میں حضرت عبدالرحمن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

الابلیغ معادۃ بن حرب ۱۶ میر الظالعین بن کاذمی معاویہ بن حرب کو میری ریات پہنچا دو کہ وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کا امیر ہے۔

پہلی بات یہ کہ کیا یہ شعر ثابت بھی ہے یا کہ موضوع ہے اور فحش ہے تو اپنی تفسیر میں ایسی احادیث نقل کی ہیں جن کے بطلان پر کسی کو شک بھی نہیں اور اعتراضات و رد و دفع تو ایک ہی راوی سے ہیں۔

ان میں سے ایک امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمن بن عبد ربیع سے روایت کیا ہے۔ وہ کلام طویل ہے۔ اس کی تلخیص یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن ناہض رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے سامنے میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ جو امام پر حملہ کرے تو اسے قتل کر دو۔ عبدالرحمن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچا زاد معاویہ ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے کا اور قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے کہ لاہ تعالیٰ کی طاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں اس سے بچو۔ دراصل مسائل کا مقصود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی شکل میں ان کی طرف سے ہوتی تھی۔



کئی ایک لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابو عبد الرحمن  
**گیارہواں طعن** | احمد نسائی نے اہل شام سے سوال کیا کہ یہیں فضیلت  
 معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی حدیث سنائیں۔ انہوں نے کہا۔

لا، مشبع اللہ، بطنی اللہ۔ ان کا پیٹ نہ بھرے کے علاوہ  
 مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے "کیا معاویہ  
 اس پر راضی نہیں کہ متساوی چھوٹ جائیں، وہ فضیلت ڈھونگ ہیں پس  
 اہل شام نے ان کو بارہ بار کہہ دیا ہو گئے اور فوت ہو گئے۔

اہل شام کے سوال کا مقصد و سبب یہ تھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ  
**جواب** | وجہ پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کریں  
 پس وہ سوائے ادب کے باعث ناراض ہو گئے۔ یہاں تک تو اسن تھا  
 مگر جب وہ صحابی پر طعن میں حد سے بڑھ گئے تو انہوں نے مارا بہر حال  
 بشر سے خطا ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ نسائی کی اس سے مراد حضرت معاویہ  
 رضی اللہ عنہ کی مدح ہو جیسا کہ گزر چکا ہے پھر اس قبیل کے کلمات تو حضرت  
 معاویہ کے لئے موجب پاکیزگی اور اجر و رحمت ہیں مگر اہل شام اس کے  
 مفہوم نہ سمجھے یا پھر انہوں نے سوچا کہ اس محدث نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح کیوں نہ دی۔ پس اپنی جہالت کے باعث انہوں  
 نے اس محدث کو مارا۔

اکثر صحیح اور حسن روایت میں ایسے لوگوں کے لئے  
**بارہواں طعن** | وعید شدید مذکور ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 سے بغض رکھیں یا ان سے جنگ کریں۔

حضرت علی سے تو ایسے حضرات نے بھی جنگ کی ہے جن کا  
**جواب** | جنتی ہونا قطعی ہے مثلاً حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا  
 حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس احادیث وعید کو غیر صحابہ  
 پر محمول کرنا واجب ہے حروریہ کی مثل۔ یا ان احادیث کو متعصب اور  
 غیر مجتہد کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تیس سال کی حدیث جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام حضرت  
**تیسرے سوال طعن** | سفینہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت  
 صرف تیس سال ہوگی، پھر ملوکیت ہوگی، پھر وہ فرماتے تھے، خلافت  
 ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو سال، خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دس سال، خلافت  
 عثمان رضی اللہ عنہ کے ۱۲ سال اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے چھ سال پورے  
 تیس سال ہوتے ہیں۔ یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی کی ہے  
 مسند احمد، ترمذی، ابوالعلیٰ اور ابن حبان کی روایت ہے حضور علیہ السلام  
 نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت میں خلافت تیس سال ہوگی بعد ازاں  
 ملوکیت ہوگی اور بخاری نے تاریخ میں اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ  
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی  
 بعد ازاں تیس سال مطلق خلافت کی نفی نہیں ہے کیونکہ بارہ خلفاء

**جواب** | تو حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔ مذکورہ تیس سالہ خلافت سے  
 مراد خلافت کاملہ ہے جس میں نہ تو خلافت سنت کا شائبہ ہو اور نہ بغیر  
 کسی خلافت انقطاع کے جاری رہے۔ یہیں تسلیم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ  
 عنہ بیشک عالم و متقی اور عادل تھے مگر علم و دین میں اور عدل میں خلفائے  
 اربعہ کے ہم پلہ نہ تھے جیسا کہ اولیا کرام میں بلکہ انبیاء و ملائکہ میں بھی مراتب  
 کا تفاوت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت باجماع صحابہ اور  
 حضرت ام الحسن کی تسلیم و رضا کے باعث اگرچہ صحیح تھی مگر وہ سابقہ حضرات

کی منہاج پر نہ تھی۔ اس لئے کہ انہوں نے صحابہ کو وسعت دی جبکہ خلفاء اربعہ نے اس سے احتراز کیا۔ پھر ابراہیم کی حساسیت بھی تو مقررین کی سیئات میں گنی جاتی ہیں اور شاید ان کی توسیع اپنے لئے زمانہ کے تصور ہمت کی وجہ سے تھی۔ اگرچہ خود ان میں یہ چیزیں نہیں تھیں جیسا کہ تو پہلے جان چکے ہیں البتہ خلفاء اربعہ کا عبادات و معاملات میں رجحان بالکل واضح و ظاہر ہے جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

### فصل - حضرت عمرو بن عاص کے ذکر میں

ابو عبد اللہ اور ابو محمد آپ کی کنیت ہے۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وزیر تھے۔ ترمذی نے حضرت عقب بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے ایک مغرب اور مروی سند سے مرفوعاً حدیث بیان کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے مگر عمرو بن عاص ایمان لائے ہیں یعنی قریش تو فتح مکہ کی ہیبت سے اسلام لائے تھے اور عمرو بن عاص فتح سے سال دو سال پہلے برضا و رجوت ایمان لائے تھے۔ ابن الکلب کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اس وقت جیشہ میں اسلام بیٹھ گیا تھا جب شاہ نجاشی نے سرکارِ دو عالم کی نبوت کا اعتراف کیا تھا اور بغیر کسی دعوت کے بحالت ایمان یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ مدینہ پہنچے اور ایمان لائے، امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن ولید اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کے بعد تیسرے میں ہجرت فرما کر مدینہ میں آئے تھے۔ آپ سے آپ کے بیٹے عبد اللہ، علقم، ابوقیس، قیس بن ابی حازم، ابوعثمان ہندی، قیس بن زویب، ابو حرہ، علقم عقیل، عبد الرحمن بن شماس، عروہ بن زبیر و دیگر حضرات رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے عمرو بن عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں امیر مقرر کیا تھا۔ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ آپ کو جہنم بھی دکھایا تھا حالانکہ اس وقت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہم وہ دوسرے حضرات بھی موجود تھے یہ آپ کی ذلت کو دور کرنے کی غرض سے تھا اس لئے کہ یہ قبول اسلام سے قبل مسلمانوں سے شہیدِ صدادت رکھتے تھے۔

امام کچھ ذہبی ہیں کہ حضرت حماد بن سلمہ نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاص کے دونوں بیٹے مومن ہیں یعنی عمرو اور شہام، عبد الجبار بن ابی اسحاق نے فرمایا کہ وہ حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ عبد اللہ کی ماں اور عبد اللہ کے باپ بہترین البیت ہیں۔

امام مسلم اپنی تصحیح میں ابی شماس مہری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بوقت نزع حضرت عمرو بن العاص کے باں حاضر ہوئے تو وہ بہت دمے اور چہرہ دیوار کی طرف گھما لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہتے تھے کہ ابا جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو آپ کو قلائد قلل بشارت دی تھی۔ پس آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ کی وحدانیت اور اس کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر میں نے تین دور دیکھے ہیں۔ ایک وہ کہ میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ کا سب سے زیادہ دشمن دیکھا ہے اور اس کے علاوہ مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی کہ کسی طرح میں حضور علیہ السلام پر قابو پا کر "نحوہ بالہ" انہیں قتل کروں۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہو جاتا تو میں جہنمی ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو میرے دل میں ڈالا تو میں حضور علیہ السلام



کی خدمت اقدس میں آگیا اور عرض کیا کہ آپ سیدھا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا حضور علیہ السلام نے فرمایا عمرو کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کا ارادہ ہے۔ فرمایا کیسی شرط؟ میں نے عرض کی کہ میری بخشش ہو جائے۔ فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت سابقہ تمام خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور بیشک حج بھی اقبل کی تمام مصیبت کو دھو دیتا ہے۔

”الفرغی میں نے بیعت کر لی“ پھر کون تھا جو حضور علیہ السلام سے مجھ سے بڑھ کر محبت کرتا اور میری نظر میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ و بزر نہیں تھا اور آپ کے جلال و رعیت کے باعث میں آپ کو نظر بھر کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب اگر کوئی مجھ سے آپ کی وصفت ”حلیہ“ دریافت کرے تو نہیں بتا سکوں گا۔ اس لئے میری آنکھوں نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا ہی کب تھا۔ اگر میں اس حالت میں فوت ہو جاتا تو مجھے قوی امید ہے کہ میں سیدھا جنت میں جاتا۔ پھر میں نے ایسی چیزوں میں ہاتھ ڈالا کہ تو ہمیں جانتا کہ اس میں میرا کیا حال تھا۔ پس جب میں اس حالت میں مردوں تو نہ تو کوئی روتے والی میرے قریب آئے اور نہ آگ۔ پھر جب تم مجھے دفن کرو تو میرے اوپر مٹی ڈالنا اور اتنی دیر میری قبر کے ارد گرد رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے تاکہ میں تم سے اُٹس کروں اور دیکھوں کہ میرے رب کے قاصد ”منکر نکیر“ مجھ سے کیا کیا پوچھتے ہیں۔

### فصل حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ذکر میں

ابن عساکر نے بطریق ابن وہب سے انہوں نے حرط بن عمران سے انہوں نے سالم اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ ابوسفیان پر لعنت کر۔ اے اللہ عمارت بن ہشام پر لعنت کر۔ اے اللہ صفوان بن امیہ پر لعنت کر۔ تو اس پر آیت نازل ہوئی کہ آپ کے لئے کوئی امر نہیں ہے۔ اللہ چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے اور چاہے تو ان کو عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کی توبہ کو قبول فرمایا۔ پس وہ اسلام لائے اور وہ اسلام میں اچھے رہے۔ ترمذی نے اس کو روایت کر کے حسن کہا ہے اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کی طائف کی لڑائی میں ایک آنکھ ضائع ہو گئی اور وہ جنگ یرموک تک ایک آنکھ سے رہے مگر جنگ یرموک میں دوسری آنکھ بھی شہید ہو گئی تو وہ نابینا ہو گئے اور **یا سیدہ** اور بعض نے کہا کہ **سیدہ** میں مدینہ شریف میں ان کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ زحشری نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عسی اللہ ان یجعل بلیک عرو بین الذین عادیدو منہو مودۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تو ان کی سختی نرم ہو گئی اور خودی ختم ہو گئی۔

امام مسلم حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سلمان نہ تو ابوسفیان کی طرف دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے تین چیزیں مرحمت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کون سی؟ عرض کیا کہ میری بیٹی ام حبیبہ عرب کی حسین اور جمیل ترین بیٹی ہے۔ میں آپ سے اس کا نکاح کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا ہے۔ پھر کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ اپنا کاتب بنالیں۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا ہے۔ پھر کہا کہ مجھے حکم دیں کہ میں کفار کو قتل کروں جیسا کہ میں مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا ہے۔

شرح مسلم میں اس حدیث کو مشکل کہا گیا ہے اس لئے کہ ابوسفیان مسیح  
میں اسلام لائے تھے اور حضور علیہ السلام کا نکاح اس سے قبل مسیح میں  
حضرت ام حبیبہ سے ہو چکا تھا اور یہ جمہور کے نزدیک درست ہے۔ کہا  
گیا ہے کہ یہ حدیث بعض راویوں کا وہم ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ موضوع ہے  
مگر یہ سب اقوال مردود ہیں اس لئے کہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور  
ابن زبیل کا گمان ہے کہ اگر وہ حضور علیہ السلام سے یہ سب کچھ طلب نہ کرتے  
تو آپ اس کو کچھ بھی سنا نہ کرتے اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر  
سائل کو اثبات میں ہی جواب دیتے تھے۔

### فصل: حضرت ابوسفیان کی بیوی اور حضرت معاویہ کی والدہ کا کچھ ذکر

مؤلف مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ فتح مکہ کے دن اپنے شوہر کے اسلام لانے  
کے بعد مسلمان ہوئی تھیں اور حضور علیہ السلام نے ان دونوں کو اسی سابقہ نکاح  
پر برقرار رکھا۔ وہ بڑی فصیح و بلیغ خاتون تھیں اور علم مند بھی۔ جب عورتوں  
نے سرکارِ دو عالم کی بیعت کی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک  
نہ بناؤ گی۔ کہنے لگی کہ میں تو جاہلیت میں بھی شریک پر راضی نہیں تھی اور پھر  
اسلام میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تو چوری نہیں کریگی  
تو کہنے لگیں کہ ابوسفیان خرد ہاتھ کھینچ کر رکھنے والے آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا  
ہاں اپنی اور اپنے بیٹے کی حسب کفالت تو اس کے مال سے لے سکتی ہے  
آپ نے پھر فرمایا کہ نہ ناک کے قریب نہ پہنکنا۔ تو کہنے لگیں۔ کیا کوئی آزاد شریف  
عورت نہ ناک کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل نہ کرنا اپنی اولاد کو۔ تو کہنے لگیں۔  
کہ کیا آپ نے ہمارا کوئی ایسا بچہ چھوڑا ہے جس کو بدر میں قتل نہ کیا ہو۔ بچنے  
ہیں ان کو ہم نے پالا اور جب بڑے ہوئے تو آپ لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔  
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات سن کر مسکرا پڑے۔ اہم مواد یہ

رضی اللہ عنہا خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوئی اور اسی دن  
حضرت ابو قحافہ "والد گرامی حضرت ابو بکر صدیق" فوت ہوئے۔ ان سے حضرت  
بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہے۔

بخاری نے اپنی کتاب میں حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے  
روایت کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں۔ ہند بنت عتبہ آئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں تھا جس کا خراب و خوار ہونا مجھے  
آپ کے گھر والوں سے زیادہ محبوب ہو "یعنی اسلام قبول کرنے سے پہلے مگر  
اس وقت میری صبح ایسے ہوتی ہے کہ روئے زمین پر کوئی گھر مجھے آپ کے  
گھر سے زیادہ محبوب و عزیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات  
کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ یہی حالت میرے ہاں ہے۔ پھر  
عرض کیا یا رسول اللہ، ابوسفیان جہز ہیں آدمی ہیں کیا اس میں کوئی حرج ہے؟  
کہیں اس کے مال میں سے اپنے عیال کے طعام کے لئے کچھ لے لوں۔ آپ نے  
فرمایا ہاں معروف خرچ لے سکتی ہو۔ یہ حدیث بہت سے واسطوں و طریقوں  
سے مروی ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "کہ قسم ہے اس  
ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے۔ یہی کیفیت اپنی ہیں ہے ہند  
کی تصدیق ہے اور بعد ازاں شدید محبت کی خبر بھی ہے جس نے اس کے رشتہ  
تجلیا میں تحقیق وہ وہم میں مبتلا ہوا۔

### فصل۔ مروان بن حکم اموی کے ذکر میں

مروان کے باپ نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا اور وہ حضور  
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راز کو ظاہر کر دیا کرتے تھے تو اس لئے حضور علیہ السلام  
نے ان کو طائف روانہ کر دیا تھا اور مروان بھی ان کے ہمراہ تھے۔



قسطانی اپنی شہر بجاری میں فرماتے ہیں کہ مروان سرکارِ دو عالم کی حیات میں پیدا ہوئے اور آپ سے سماعت بھی کی ہے۔ وہ بچپن میں ہی اپنے باپ حاکم کے ہمراہ طائف چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔ اس وقت تک جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی اور ان کو مدینے بلوایا۔ "انہی ملخصاً"

میں کہتا ہوں کہ یہ بات میرے نزدیک غلط عطا ہے اور کتابِ تواریخ میں ان کے محاسن سے زیادہ مطاعن مذکور ہیں۔ "خدا ہی جانتا ہے" ان پر کئے گئے اعتراضات میں سے ایک وہ قتلہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوا۔ دوسرا یہ کہ انہوں نے حضرت امام حسن کو روضہ رسول میں دفن کرنے سے منع کیا تھا۔ تیسرا یہ کہ جب ان کو تھنیک کے لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ذریعہ ابنِ ذریعہ ملعون ابنِ ملعون ہے۔ حاکم نے اس کو اپنی تصحیح مستدرک میں روایت کیا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جنگِ جمل میں انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا اور اس کے محاسن میں حدیث کا روایت کرنا شامل ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار صحابہ سے روایت کی ہے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما شامل ہیں اور ان سے عروہ ابنِ زبیر اور علی بن حسین نے روایت کی ہے۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کا شرف حاصل ہے۔ اگر یہ ثابت ہے تو پھر جن حضرات نے ان پر کلام کیا ہے وہ معتمد علیہ اپنے قول میں نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ اصل روایت ہیں۔ پس حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ حدیث میں مہتمم نہیں تھے اور صحابی رسول پہل بن سعد بن الساعدی نے ان کے صدق پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے روایت کی ہے اور وہ جو ان پر

تنقید کی گئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پھر طلبِ خلافت بالسیف میں ان کی شہرت ہے۔ حتیٰ کہ ہوا جو کچھ ہوا مگر طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بالتادیل تھا۔ "انہی"

بخاری نے محمد بن بشار سے انہوں نے شعبہ سے، انہوں نے حکم سے، انہوں نے علی بن حسین سے، انہوں نے مروان سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے ہاں موجود تھا۔ حضرت عثمانؓ نے موقع سے روکا اور فرمایا کہ حجِ عمرہ کو ایک احرام میں جمع کیا جائے۔ پس میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ کر تبلیہ کہا اور فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہیں کر سکتا، بالاجلاس مروان کے مطاعن میں سکوت اولیٰ ہے۔

بخاری کے بعض شراح نے کہا ہے کہ حاکم کی روایت حدیث ان کے لئے قویٰ پاکیزگی و رحمت کا موجب ہے۔ واللہ اعلم۔

مولف "شیخ عبدالعزیز پرہاروی" فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اہل انصاف کے لئے کافی ہے اور مبتدعین کی سرکشی کے لئے میں اللہ سے ہی ان کی شکایت کر سکتا ہوں۔ یہ ناز جو کا وقت ہے۔ رمضان شریف کی تین تاریخ اور ۱۳۳۲ھ ہے اور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا ہوں اور وہ میرے لئے صاحبِ جود و انعام ہے۔

مترجم اللہ تعالیٰ کے کہ کم و فضل پر بخون ہے کہ آج ۸ دسمبر ۱۹۸۳ء مطابق ۲۰ ربيع الثانی ۱۴۰۴ھ بروز جمعرات بوقت دس بجے صبح اس تالیف جلیل کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا

وصل اللہ علی محبوب رب العالمین و مطلوب المتتاقین و علی آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین و سائرہ السالین احبین۔



عقیدہ کی اصلاح کے لیے ایک عمدہ کتاب

# من هو معاویہ؟

مؤلف

قاری محمد لقمان قادری

مقرظین: مولانا محمد صدیق ہزاروی، پیر سائیں علامہ غلام رسول قاسمی

مولانا مفتی غلام حسن قادری، مولانا مفتی محمد عبدالشکور الہاروی

مولانا محمد ششائش قصوری، مولانا غلام مصطفیٰ نوری، مولانا محمد کاشف اقبال مدنی

دائر الاسلام، لاہور

البشارات العالیہ لمن احب سیدنا معاویہ

## مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

مصنف

محقق اہل سنت حضرت علامہ حکیم مفتی شفیقات احمد نقشبندی مجددی کیلانی

والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور

لگا رہا ہوں مناصمین تو کے پھر انبار

خبر کر دمرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(میر جبریل انیس)

إِنْ شَاءَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الْمَنَّانُ

اس مجموعہ رسائل کے بعد

حضرت مولانا مشکل کشا جناب سیدنا علی المرتضیٰ

كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى وَجْهَهُ الْأَسْلَى

کے خصائص و فضائل و مناقب اور اقوال و حیات و مرویات پر

مشتمل علمائے اہل سنت کے نایاب تحقیقی رسائل

جلد چھپ کر مجاہدان صحابہ و اہل بیت کے قلوب و اذہان کو گرمائیں گے۔



## ”دائر الاسلام“ کی تراش علمیہ

260	حضرت سید محمد سلیمان اشرف بہاری	1	المُتَّبِعِينَ مَعَ تَتَفَكَّرُ بِهِنَّ
80	پروفیسر سید محمد سلیمان اشرف بہاری	2	الرشاد
50	علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری	3	لُزُكَةُ الْمَقَالِ فِي بَحْثِ الرِّجَالِ
200	مولانا عبدالحق خیر آبادی، برکات احمد لونگی	4	شرح المرقاة مع رسالہ وجود راہی
10	کوثر نیازی	5	امام احمد رضا؛ ایک اہم جہت شخصیت
80	دلی اللہ ہوری فقیر محمد جھلمی، غوثید احمد سعیدی	6	اسکات ضروری
80	علامہ فضل حق خیر آبادی، محمود احمد برکاتی	7	الروض المجد (ودعہ الوجود)
160	غوث نورانی (ایڈیٹر ہمدرد)	8	علامہ فضل حق خیر آبادی؛ چند عنوانات
80	علامہ غلام سعیدی (دارالعلوم نعیمیہ کراچی)	9	حیات اکناد اعلیٰ مولانا محمد بندہ یالوی
50	NET	10	مولو دکعبہ کون؟
80	NET	11	من هو معاویہ؟
15	NET	12	الضَّلَاوَةُ وَالسَّلَامَةُ عَلَىكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
40	NET	13	نور ایمان (دیوان)
100	NET	14	توسیع صابین
25	NET	15	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام
25	NET	16	عقائد اہل سنت و جماعت
100	NET	17	دفاع سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
100	NET	18	انفصیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
000	تحقیق: ڈاکٹر سید فردوس بیہول	19	دیوان فضل حق خیر آبادی
000	مولانا خیر الدین خیر خوری دہلوی	20	خیر الامصار، اسرۃ الضروریہ، حفظ المستقیم
000	امام ابو بکر احمد بن علی مروزی	21	مسند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
000	مولانا سید حفایت علی کانی مراد آبادی	23	کلیات کانی



# دین کی طرف سے مکافات کی کتاب

حضرت امیر مومنین علیؓ اور یہ طعن کرنے والا دوزخ کا گستاخ ہے

8-C مچی الدین بلڈنگ اسلام آباد کی شاہجہاد

Cell: 0321-9425765

واللہ اعلم